احوالِ آئمہ اثنا عشر

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

(۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ)

مرتب

خسرو قاسم

فہرست، احوالِ ائمہ اثنا عشر، از شیخ عبد الحق محدث دہلوی

احوالِ آئمہ اثنا عشر

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ

(۹۵۸ھ-۱۰۵۲ھ)

مرتب

خسرو قاسم

نام کتاب : احوالِ آئمہ اثنا عشر

مرتب : خسرو قاسم

صفحات : ۸۰

کمپوزنگ : مشکوٰۃ کمپیوٹرس، علی گڑھ، 9897674550

ملنے کا پتہ

1. Ali Academy, 3 Raipura Lodge,

Dodhpur, Aligarh - 202002

Mob. 09837226612

Res. 09219406612

انتساب

پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب مرحوم کے نام

جن کی گراں قدر تصنیف

حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی

کے ذریعہ

اس نایاب کتاب کا علم ہوا۔

پیش لفظ

آئمہ اہل بیت ہدایت کے وہ چراغ ہیں جن سے لوگ تا قیامت بلکہ روزِ قیامت بھی فیض حاصل کریں گے۔ آئمہ اثنا عشر کی اہل سنت کے یہاں کیا عظمت اور اہمیت ہے اس کو میں تفصیل سے اپنی کتاب ''اہل بیت فی احادیثِ نبویہ'' میں لکھ چکا ہوں۔

آج سے قریب دس سال پہلے میں نے محترم جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب مرحوم کی کتاب حیات شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے استفادہ کیا۔ اس میں حضرت شیخ کی تصنیفات کی فہرست میں ایک کتاب ''احوال آئمہ اثنا عشر'' کا بھی تذکرہ تھا اور یہ بھی ذکر تھا کہ اس کا مخطوطہ Khuda Baksh Oriental Library میں موجود ہے جب سے ہی مجھے اس کتاب کا اشتیاق تھا بڑی مشکل سے اللہ کی غیبی مدد سے اس کتاب کا microfilm print مل گیا، اس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کتاب جیسا کہ شیخ نے شروع میں لکھا ہے، خواجہ پارسا کی کتاب ''فصل الخطاب'' کا ترجمہ ہے، خواجہ پارسا حضرت نقشبند کے خلیفہ اور بہت بڑے عالم اور عارف تھے۔

یہ کتاب بہت ہی اہمیت کی حامل ہے کیوں کہ اس سے وابستہ دونوں بزرگ بہت بڑے عالم، محدث اور عارف ہیں، اس لیے اس کے تمام مضامین مستند ہیں۔

کتاب کے شروع میں میں نے شیخ عبدالحق دہلویؒ اور خواجہ پارسا کا مختصراً تذکرہ بھی لکھ دیا ہے۔

اللہ میری اس کاوش کو قبول فرمائے، کتاب کے آخیر میں سلطان الہند خواجہ اجمیریؒ کی ایک مناجات ہے جس میں انہوں نے آئمہ اثنا عشر سے توسل کیا ہے، برکت کے لیے اُسے بھی شامل کر دیا ہے۔

طالب شفاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
آلِ رسول علیہم السلام
خسرو قاسم

مختصر حالاتُ
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

پیدائش ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ

شیخ کے خاندانی حالات:

حضرت شیخؒ کے اجداد بخارا کے رہنے والے تھے ان کے اجداد میں سب سے پہلے آغا محمد ترک تیرھویں صدی عیسوی یعنی سلطان علاؤ الدین خلجی کے دورِ حکومت میں ۱۲۹۶ء میں ہندوستان تشریف لائے۔ سلطان نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی اور ان کو اپنے امراء کی جماعت کے ساتھ گجرات کی مہم پر روانہ کر دیا۔ آغا محمد گجرات کی فتح کے بعد وہیں مقیم ہو گئے، آغا محمد ترک کے ایک سو ایک بیٹے تھے لیکن ایک حادثہ میں سو ۱۰۰ لڑکے انتقال کر گئے، صرف ایک لڑکا معز الدین باقی بچا جس سے اس خاندان کا سلسلہ چلا اس صدمہ سے نڈھال ہو کے آغا محمد ترک پھر دہلی تشریف لائے اور شیخ صلاح الدین سہروردی کی خانقاہ میں معتکف ہو گئے۔

آپ نے ۱۷ ربیع الآخر ۷۳۹ھ کو انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

ملک معز الدین سے ہی اس خاندان کا سلسلہ چلا، ان کے بعد ان کے بیٹے ملک موسیٰ نے بڑی عزت و شہرت حاصل کی، ان کے کئی بیٹے تھے ان میں شیخ فیروز نے خاندان کو زیادہ عزت بخشی، یہ تمام علوم و فنون میں یکتائے روزگار تھے، شیخ فیروز ۸۶۰ھ میں بہرائچ کے کسی معرکہ میں شہید ہوئے جبکہ ان کی بیوی حاملہ تھیں۔ کچھ عرصہ بعد ان سے شیخ سعد اللہ حضرت شیخ کے دادا پیدا ہوئے جو اپنے زمانے کے کامل شیخ ہوئے۔ ۲۲ ربیع الاول ۹۲۸ھ کو ان کا انتقال ہوا اور انھوں نے اپنے پیچھے دولڑکے چھوڑے، شیخ رزق

اللہ اور شیخ سیف الدین، آپ کے انتقال کے وقت شیخ سیف الدین کی عمر ۸ سال کی تھی اور پھر یہی آٹھ سالہ بچہ دہلی کا نہایت باعزت انسان کہلایا اور پھر اس کے گھر میں علم کا وہ آفتاب طلوع ہوا جس کے حالات ہم یہاں لکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت شیخ محدث کی ولادت و تعلیم و تربیت:

حضرت شیخ محدثؒ اسلام شاہ سوری کے عہد ۹۵۸ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے، آپ کی تعلیم و تربیت آپ کی والد بزرگوار نے بڑی شفقت اور دل سوزی سے کی۔ ابتدائی تعلیم قرآن پاک کی آپ نے خود ہی دی جس کی برکت یہ ہوئی کہ صرف تین ماہ میں حضرت شیخ نے پورا کلام پاک ختم کرلیا۔ اس کے بعد ایک ماہ میں آپنے لکھنا سیکھ لیا۔ اس قدر کم عرصہ میں لکھنا پڑھنا سیکھ لینا حضرت شیخ کی غیر معمولی فراست و ذہانت کی دلیل ہے۔

اس کے بعد والد کی زیر سرپرستی آپ نے فارسی عربی کی تعلیم شروع کی اور جس علم کی طرف بھی توجہ کی بہت جلد اس کو حاصل کرلیا۔ بارہ تیرہ سال کی عمر مین شرح شمسیہ اور شرح عقائد پڑھ لی اور پندرہ سولہ سال میں مختصر مطوّل، غرض اٹھارہ برس کی عمر میں آپ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ حاصِل فرما چکے تھے۔ اس دوران میں آپ نے علماء ماوراء النہر سے بھی اکتسابِ علم کیا۔

عبادت وریاضت کی ابتداء

شیخؒ نے علوم ظاہر کے ساتھ ساتھ علوم باطن کا بھی پورا خیال رکھا، شیخ سیف الدین نے ان کے قلب میں ایک ایسی روح پھونک دی تھی جو آخر عمر تک ان کے قلب و جگر کو گرماتی رہی، عبادت و ریاضت کے ساتھ اپنے وقت کے علماء مشائخ کی صحبت میں رہنے لگے، عام لوگوں کی صحبت اور میل جول سے ہمیشہ متنفر رہے۔ یہ شہنشاہ اکبر کا زمانہ تھا جبکہ شرع کی بے حرمتی اور بدعات اپنے سروج پر تھیں۔ اکبر بادشاہ اور اس کے امرانے بہت کوشش کی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ لگ جاہیں لیکن جس کی قسمت میں

تجدید علوم اسلامی لکھی ہوئی تھی وہ اس ماحول میں کیسے ٹھیر سکتا تھا، بالآخر اس دور کے مذہبی حالات سے گھبرا کر شیخ حجاز تشریف لے گئے۔

شیخ محدیث کا سفرِ حجاز

حضرت شیخ اڑتیس سال کی عمر میں ۹۹۶ھ میں حجاز کی طرف روانہ ہوئے اور رمضان سے کافی عرصہ پہلے آپ مکہ معظمہ پہونچ گئے، چناچہ رمضان ۹۹۶ھ تک انھوں نے وہاں کے محدثین سے صحیح بخاری و مسلم کا درس لیا تھا اور پھر شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں انھوں نے علم کی تکمیل کرائی اور علمِ طریقت و سلوک سے آشنا کیا، شیخؒ کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کو ایسا رہبر کامِل ،مِل گیا، غرض عبدالوہاب متقی سے پورا پورا اکتسابِ علم کیا اور ان سے حدورجہ متاثر ہوئے، انھی کے ساتھ رمضان گذارا اور فریضۂ حج بھی ساتھ ہی ادا کیا بعد ازاں آپ اپنے شیخ کے حکم سے ان کے زیر نگرانی حرم کے ایک حجرہ میں عبادت و ریاضت کرتے رہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شیخ کو عشق تھا۔ جب دیارِ محبوب میں پہونچتے تو برہنہ پا ہوجاتے، چار بار زیارتِ رسول اکرم ﷺ سے مشرف ہوئے اور حجاز مین تین سال قیام فرمایا۔

حجاز سے ہندوستان کو واپسی:

علم و عمل کی تمام وادیوں سے گزرنے کے بعد شیخ عبدالوہاب نے شیخ عبدالحق کو ہندوستان واپس جانے کا حکم فرمایا۔ لیکن حضرت شیخ ہندوستان کے حالات سے ایسے دل برداشتہ تھے کہ طبیعت واپس ہونے کو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن شیخ کے حکم سے مجبور ہوگئے۔ اور یہ ارادہ کیا کہ بغداد کے راستہ سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار کی زیارت کرکے ہندوستان واپس ہوں۔ آخر شوال ۹۹۹ھ میں آنکھوں میں آنسو اور دل میں حسرت لئے اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے۔

حیف درچشم زدن **صحبتِ** یار آخر شد
روئے گل سیرندیدم و بہار آخر شد

شیخ محدثؒ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے۔ یہاں آکر دیکھا تو اکبر کے مذہبی افکار دینِ الٰہی کی **شکل اختیار** کر چکے تھے۔ اسلامی شعار کی تضحک کی جا رہی تھی ایسے روح فرسا حالات میں **شیخ عبدالحقؒ نے ایک دارالعلوم** کی بنیاد ڈالی۔ اور قرآن وحدیث کے درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ **اور یہ سلسلہ** زندگی کے آخری لمحات تک کاری رہا۔

شیخ محدث کے روحانی پیشوا

شیخ نے ابتداء میں اپنے والد ماجد مولانا سیف الدین سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ جو سلسلہ قادریہ کے **مشہور** بزرگ ہیں۔ ان سے شیخ محدثؒ کو بہت عقیدت تھی۔ چنانچہ چھ وشوال **۹۸۵ھ** میں سید موسیٰ سے وابستہ ہوئے اور انھوں نے اپنی خلافت سے توازا۔ **شیخ عبدالوہاب متقی** سے **مکہ معظمہ** میں تعلیم حاصل کی۔ جن سے شیخ کی ملاقات کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔

حضرت خواجہ باقی باللہ مشہور ترین بزرگ ہیں۔ جن کی پوری زندگی احیاء سنّت میں گزری۔ شیخ محدثؒ نے آپ کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی۔

شیخ محدث کا وصال:

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے **۹۴ سال تک فضائے** ہند کو منور رکھا۔ غروب ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون آپ وصیت کے **مطابق** حوض شمسی کے کنارے سپرد خاک کیا گیا۔ اور **شیخ نورالحقؒ** نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کی تاریخ ولادت شیخ الاولیاء اور تاریخ رحلت ''فخر عالم است'' ہے۔

حضرت شیخ محدثؒ کی تصانیف:

شیخ محدثؒ کی ۹۴ سال کی عمر ہوئی۔ اُس عمر کا بیشتر حصہ تصنیف وتالیف میں

بسر ہوا۔ ہر علم وفن پر آپ نے کتابیں لکھیں ہیں۔ جن کی تعداد ساٹھ ہے۔ اور اگر مکاتیب ورسائل کو بھی شامل کرلیا جائے۔ تو یہ تعداد ۱۱۶ تک پہونچتی ہے۔ ان میں سے مشہور مطبوعہ کتابیں درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	نام کتاب	موضوع	زبان	کیفیت
۱-	اخبار الاخیار فی احوال الابرار	سیر وتذکرہ	فارسی	مطبوعہ - اُردو ترجمہ، مولانا محمد فاضل حاصب
۲-	آداب الصالحین	اخلاق	فارسی	مطبوعہ-اُردو ترجمہ نواب قطب الدین دہلوی
۳-	آداب اللباس	اخلاق	فارسی	مطبوعہ-اُردو ترجمہ
۴-	اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوٰۃ	حدیث	فارسی	مطبوعہ-
۵-	ترجمہ زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار	سیر	فارسی	مطبوعہ-
۶-	تکمیل الایمان وتقویۃ الایقان	عقائد	فارسی	مطبوعہ- (اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا)
۷-	توصیل المرید الی المراد بہ بیان	تصوف	فارسی	مطبوعہ- (اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا)
۸-	جذب القلوب الی دیار المحبوب	تاریخ	فارسی	مطبوعہ- (اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا)
۹-	شرح سفر السعادت		فارسی	مطبوعہ
۱۰-	شرح فتوح الغیب	تصوف	فارسی	مطبوعہ

۱۱-	فہرس التوالیف	ذاتی	فارسی عربی	مطبوعہ
۱۲-	کتاب المکاتیب والرسائل	مکاتیب	فارسی	مطبوعہ (اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا)
۱۳-	ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنہ	حدیث	عربی	مطبوعہ
۱۴-	مدارج النبوۃ	سیر	فارسی	مطبوعہ- (اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا)
۱۵-	مرج البحرین	تصوف	فارسی	مطبوعہ- (اُردو ترجمہ بھی شائع ہوا)
۱۶-	نکات الحق والحقیقت	تصویف	فارسی	مطبوعہ

حضرت شیخ محدث اوران کے معاصرین

حضرت مجدد الف ثانیؒ	فیضی
حضرت شاہ ابوالمعالیؒ	ملاّ عبدالقادر، بدایونیؒ
شیخ عبداللہ نیازیؒ	میر سید طیب بلگرامیؒ
عبدالرحیم خان خاناں	محمد غوثی شطاریؒ

شیخ محدث کی اولاد:

شیخ محدث کے تین فرزند ہوئے۔ سب سے بڑے فرزند شیخ نورالحق مشرقی ہیں۔ جو اپنے والد محترم کی طرح صاحب علم و فضل ہوئے۔ خود حضرت شیخ محدثؒ آپ سے بے حد خوش تھے۔ اور اپنا وجودِ ثانی کہتے تھے۔ شیخ نورالحق نے بہت سی

کتابیں تصنیف فرمائیں۔

جن میں تیسر القاری کے نام سے چھ جلدوں میں بخاری شریف کی شرح بھی شامل ہے آپ نے اپنے والد کی حیات میں ہی شاہ جہاں کے عہد میں اکبر آباد کی قضا کا عہدہ قبول کرلیا تھا۔

اور جب شیخ محدث کا انتقال ہوا۔ تو شیخ نورالحق نے اپنے باپ کی مسند ارشاد کو سنبھال لیا۔ شیخ عبدالحق کے دوسرے فرزند، شیخ علی محمد جید عالم اور بزرگ تھے آپ نے بھی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی تھیں۔

تیسرے فرزند شیخ محمد ہاشم ہیں۔ یہ علم وحدیث میں خاص مناسبت رکھتے تھے۔ محمد ہاشم کی لڑکے محمد عاصم سے حضرت شیخ محدث کو بہت محبت تھی۔

خواجہ محمد پارسا (صاحب فصل الخطاب)

بخاری ہیں خواجہ بہا الدین نقشبند کے خلیفہ اور نقشبندیہ طریقہ کے ایک امام اور حضرات محققین صوفیہ میں سے ہیں۔ آپ کر کرامتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ امام محمد بن محمد شمس الدین الجزری امام القرآت ماوراء النہر کے محدثین کی اسنادوں کی تصیح کے واسطے سمرقند تشریف لائے۔ کسی شریر حاسد نے اُن سے کہہ دیا کہ شیخ محمد پارسا ایسی حدیثیں بیان کیا کرتے ہیں جن کی سند کو کوئی نہیں پہچانتا۔ اگر آپ ان کو دُرست کر دیں گے تو بڑا کارِ ثواب ہوگا۔ آپ نے بادشاہ سے ان کے آ جانے کی فرمائش کی یہ پہنچ گئے تو ایک زبردست جلسہ منعقد کیا جو اس وقت کے شیخ الاسلام شیخ عصام الدین مشہور نحوی اور دوسرے علماء پر مشتمل تھا۔ اور آپ سے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا آپ نے معہ سند کے سنا دی۔ امام جزریؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کے صحیح ہونے میں تو شک نہیں لیکن یہ سند میرے نزدیک ثابت نہیں۔ اس واقعہ سے ان کے حاسدین بہت خوشی ہوئے۔ پھر شیخ نے اس حدیث کی دوسری سند بیان فرمائی۔ امام جزریؒ نے پھر وہی پہلا جواب دیا، تو شیخ نے سمجھ لیا کہ وہ جو سند بھی نقل کریں گے جزریؒ اس کو قبول نہ کریں گے۔ آپ نے ملا عصام کی طرف خطاب کیا اور فرمایا کہ کیا فلاں سند تمہارے نزدیک صحیح ہے اور اس کی اسنادیں قابل اعتماد ہیں؟

ملا عصام نے کہا جی ہاں! یہ کتاب محدثین کے یہاں معتبر ہے اور اُن کی اسنادوں میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ اگر آپ کی سند اس کے اندر ہوگی تو ہم کو کوئی اعتراض نہ رہے گا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ سند تمہارے کتب خانے میں فلاں جگہ اور فلاں کتاب کے نیچے ہے اس کا حجم اتنا ہے اور جلد ایسی ہے اور یہ حدیث جس کو میں نے اس وقت بیان کیا ہے اسی سند سے اس میں فلاں صفحہ پر موجود ہے تلاش کر لو۔ ملا

عصام خود متردد تھے کہ اُن کے کتب خانہ میں یہ کتاب موجود بھی ہے یا نہیں؟ جب کتاب حاضر کی گئی تو یہ حدیث اسی سند سے اس میں مل گئی۔

تمام حاضرین کو بہت ہی تعجب ہوا خصوصاً ملا عصام الدین صاحب کیونکہ شیخ نہ کبھی اُن کے گھر آئے تھے نہ اُن کی کتابیں دیکھی تھیں۔ سب لوگ شرمندہ ہوگئے یہ خبر بادشاہ کو بھی پہنچی تو بادشاہ کو آپ کو تکلیف دینے پر بہت ندامت ہوئی۔ آپ کی شہرت اور علماء کے اعتقاد اور زبان بندی کا سبب یہ واقع ہوا۔ آپ کی وفات مدینہ منورہ میں ۸۲۲ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قبہ کے قریب مدفون ہوئے اس کو خافیؒ نے بیان کیا ہے۔

(جمال الاولیاء مولانا اشرف علی تھانویؒ، ص ۱۶۱-۱۶۲، تلخیص جامع کراماتِ الاولیاء، شیخ نبھانیؒ)

مخطوطہ کا دوسرا ورق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سپاس بی اندازه آفریدگاری را که محمد را صلی اللہ علیہ وسلم بهترین
پیغمبران و دین او را بهترین دینها و امت او را بهترین امتها و آل او را
بهترین آلها و اصحاب او را بهترین اصحاب و همه چیزها و را بهترین
[illegible]

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بے انتہا شکر ہے اس پیدا کرنے والے کا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبروں میں سب سے افضل اور اس کے دین کو تمام ادیان میں بہتر اور اس کی امت کو سب سے بہترین امت اور اس کی آل کو بہترین آل اور اس کے اصحاب کو بہترین اصحاب اور اس کی تمام چیزوں کو تمام اشیاء سے بہتر بنایا۔ اور خدا کا درود ہو ان پر اور ان کے اصحاب، ان کی آل اور اولاد پر تا روز قیامت۔ یہ چند فصلیں گفتگو ہے بارہ اماموں، سلام اللہ علیہم اجمعین، کے احوال اور ان کی سیرت کے بیان میں جو کہ منقول ہیں کتاب مستطاب فصل الخطاب سے بلا کم وکاست اور زیادتی کے۔ خدا کی رحمت ہو اس کتاب کے جامع کی روح پر۔ میں نے اسے ترجمہ کے طور پر نقل کیا ہے ایک ایسے شخص کے حکم سے۔ جس کے حکم کی اطاعت کرنا مجھ پر واجب ہے۔ میں نے اس اہم کتاب کی عربی عبارتوں کا ترجمہ کیا ہے اور جو کچھ فارسی میں تھا اسے بعینہ چھوڑ دیا ہے۔ لیکن ان تمام کو اس میں شامل کیا ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے اپنی جانب سے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے۔ اگر چہ اس کے متعلق مجھے بہت سی معلومات حاصل تھیں لیکن چوں کہ حکم یہ تھا کہ اصل مضمون پر کوئی اضافہ نہ کیا جائے لہذا ایسا ہی کیا گیا۔ بے شک اس میں ضرور کوئی حکمت اور مصلحت رہی ہوگی۔ اخیر میں رحمت ہو اس بندہ پر جو حکم کی تعمیل کرے۔ خداوندا میرے اس رسالہ کو اپنی بارگاہ میں میری جانب سے تحفہ کے طور پر قبول فرما اور اپنی خوشنودی کا ذریعہ بنا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہر مسلمان کی مراد کو شریعت اور سنت جماعت کی روش پر اور خاندان نبوت کی دوستی پر قائم فرما۔ تو ہی ہر دعا کو قبول کرنے والا اور ہر مدعا کا بخشنے والا ہے۔

شیخ ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین السلمی نیشاپوری قدس اللہ روحہ نے اپنی کتاب میں جسے انہوں نے مشائخ صوفیہ (اللہ ان کی ارواح کو راحت بخشے) کی تاریخ میں

تصنیف کی ہے باب جیم میں لکھا ہے کہ اس کتاب کو حروف معجم کے اعتبار سے یعنی الفبائی ترتیب سے ترتیب دیا تا کہ طالب کے لئے مراد کا حاصل کرنا آسان ہو جائے۔

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم جو کہ صادق کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ ان کی بلند اخلاقی اور جوانمردی ظاہر اور نمایاں ہے۔ قرآن کے سمجھنے کی غرض سے جو کچھ ان سے روایت کرتے ہیں وہ درست ہوتے ہیں اور اس طایفہ کا علم وہ علم ہے جو مخصوص ہے قرن اول، دوم اور سوم کے اہل بیت سے جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہم تک۔ اور جعفر صادق کے بعد ان میں سے جس نے بھی فقرا کی صحبت اختیار کی وہ اپنے عہد کے تمام اہل بیت پر فائق ہوئے۔ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر امیر المومنین علی ابن ابی طالب اپنے مخالفین کی جنگوں سے فارغ ہوتے تو ہم تک ضرور یہ علم منتقل ہوتا یعنی علم تصوف جس کے برداشت کی قوت دلوں میں نہیں تھی۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں علم لدنی حاصل ہے۔ اور جنید رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے اس امر میں جو بھی اشارے کئے ہیں ان کے احوال اور مقامات کے تعلق سے وہ سبھی حقایق کی بنیاد پر ہیں۔ اور اس کی تاویل بیان کی اور اس کو سمجھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے۔

ان میں سے ایک جن کی میں نے صفتیں بیان کی ہیں علی ابن الحسین زین العابدین رحمہما اللہ تعالی ہیں اور انہیں زین العابدین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے ظاہر و باطن اور افعال و اقوال اور اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ اور ان کے دوسرے فرزند محمد بن علی الباقر ہیں جو کہ اپنے عصر کے سید تھے۔ اور ان کے متعلق بہت سے اقوال ہیں جنہیں ان کے فرزند جعفر بن محمد نے روایت کیا ہے۔ اس جماعت کی کتابیں ان کے اقوال سے پر ہیں۔ اور پھر ان کے فرزند جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ کی بھی بہت سی کتابیں ہیں۔ اور ابوجعفر منصور نے ایک رات اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ جعفر بن محمد کو یہاں لے آؤ تا کہ میں انہیں قتل

کر دوں۔ وزیر نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ ان افراد میں سے ہیں جو ترک دنیا کر کے حق سبحانہ تعالی کی عبادت میں مشغول ہیں۔ آپ کو ان سے کیا تکلیف ہے؟ اس نے جواب دیا کہ گویا تم انہیں امام مانتے ہو۔ خدا کی قسم وہ میرے اور تمہارے امام ہیں لیکن ملک اور بادشاہت ان کے لئے زیب نہیں دیتی۔ تم انہیں میرے پاس لے آؤ۔ وزیر نے کہا کہ میں انہیں طلب کرنے کی غرض سے باہر نکلا اور ان کے درسرائے پر پہونچا۔ میں نے اندر جانے کی اجازت طلب کی۔ انہیں نماز کی حالت میں پایا۔ میں انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہو گئے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ امیر المومنین نے آپ کو طلب کیا ہے۔ وہ فوراً اٹھے اور امیر المومنین کے پاس آئے۔ امیر نے اپنے غلاموں سے کہہ رکھا تھا کہ جیسے ہی میں اپنے سر سے کلاہ اتاروں تم انہیں قتل کر دینا۔ جب ہم دونوں امیر المومنین کے پاس آئے امیر المومنین منصور اپنی جگہ سے اچھل پڑا اور جعفر رضی اللہ عنہ کو صدر میں بٹھایا اور خود ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور کہا کہ اے فرزند رسول خدا فرمائیے آپ کی حاجت کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ میری حاجت اس کے سوا کچھ اور نہیں کہ تم پھر کبھی مجھے اپنے پاس نہ بلانا جب تک میں خود تیرے پاس نہ آؤں اور مجھ سے کچھ نہ بھی چاہ جب تک میں تجھ سے خود نہ مانگوں اور مجھے پروردگار کی عبادت کے لیے چھوڑ دو۔ اس نے کہا کہ آپ نے جو کچھ کہا اسے میں نے قبول کیا۔ وزیر کہتا ہے کہ اس کے بعد میں اور جعفر رضی اللہ عنہ منصور کے نزدیک سے لوٹ آئے اور منصور پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے لحاف منگایا اور سو گیا اور حکم دیا کہ لحاف اس پر اوڑھا دیا جائے اس طرف سے جس طرف سے غلام کچھ دیکھ نہ سکتے تھے۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مت جاؤ اس وقت تک جب تک میں بیدار نہ ہو جاؤں۔ اس پر اس قدر بیہوشی طاری ہو گئی کہ تین نمازیں قضا ہو گئیں۔ جب وہ بیدار ہوا تو مجھ سے پوچھا کہ وقت کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا فلاں وقت۔ اس نے طہارت کی اور قضا نمازیں ادا کیں۔ جب نماز سے فارغ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا کہ آخر تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ جب صادق علیہ السلام

نے گھر میں قدم مبارک رکھا تو میں نے ایک سانپ دیکھا کہ اس کے ایک ہونٹ محل کے اوپر ہے اور ایک محل کے نیچے اور مجھ سے فصیح زبان میں کہا کہ اگر تم انہیں تکلیف پہنچاؤ گے تو میں محل کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی نگل جاؤں گا۔

ان کا قول ہے کہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ عارفوں کے سردار تھے اور تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نفسِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ مجھے اس تعلق سے وہ باتیں بیان کرنی ہیں جو اب تک کسی نے نہیں کہا۔

سیدنا علی ایک دن منبر پر آئے اور فرمایا کہ پوچھو مجھ سے وہ باتیں جو ماورائے غیر ہے کیونکہ میرے پہلوؤں کے درمیان علم کثیر ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی برکت سے ہے جسے انھوں نے میرے منہ میں ڈالا تھا۔ یہ پیغمبر کی اسی خوراک کا نتیجہ ہے جسے انہوں نے تھوڑا تھوڑا میرے دہن میں ڈالا جیسا کہ مُرغی اپنے بچے کو خوراک منہ میں ڈالتی ہے۔ اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ اگر حکم ہو تو میں توریت، انجیل اور پھر ان تمام باتوں کی خبر دوں گا جو ان کتابوں میں ہے۔ اور وہ میری سچائی کی گواہی دیں گے۔ ایک شخص اس مجلس میں حاضر تھا اس کا نام دعلب یمانی تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص عجیب دعوی کر رہا ہے۔ میں خود اس سے کچھ سوال پوچھوں اور انھیں رسوا کروں۔ اس نے کہا کہ مجھے آپ سے ایک سوال کرنا ہے۔ فرمایا کہ پوچھو لیکن علم حاصل کرنے کی غرض سے نہ کہ تعصب اور سرکشی کے طریقہ پر۔ اس نے کہا کہ آپ نے ہی مجھے اس بات کے لیے مجبور کیا ہے۔ اس نے سوال کیا کہ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ میں ہرگز اس پروردگار کی عبادت نہیں کروں گا جسے میں دیکھ نہ لوں۔ اس نے کہا کہ کیسے دیکھا؟ آپ نے اس سے فرمایا کہ پروردگار کو آنکھیں نہیں دیکھتیں لیکن اسے دل دیکھتا ہے یقین کی نگاہوں سے۔ میرا پروردگار ایک ہی ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور وہ اول ہے جس کا ثانی نہیں اور وہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کوئی مکان اس کا احاطہ نہیں کرسکتا اور نہ کوئی زمانہ اسے دست آویز کرسکتا ہے کوئی اسے دریافت نہیں کرسکتا اور کوئی انسان

اس کا قیاس نہیں کرسکتا۔ دعلب ان کی بات کے سننے کے بعد فریاد کرنے لگا اور بیہوش ہوگیا۔ اور جب اسے ہوش آیا تو کہا کہ میں نے یہ عہد کیا ہے کہ اس کے بعد کبھی بھی تعصب اور آزمائش کے طور پر کسی سے کچھ بھی نہیں پوچھوں گا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس پر منحصر ہے کہ اختیار کار تیرے ہاتھ میں ہو۔

اب سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہا کے معاملہ کے تعلق سے کچھ باتیں عرض کروں۔ انھیں چھ بار زہر دیا گیا۔ پانچ مرتبہ ان پر اس کا اثر نہیں ہوا۔ چھٹے مرتبہ اس نے اثر کیا۔ حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سرہانے آ کر کہا کہ اے بھائی اگر آپ جانتے ہیں کہ یہ زہر کس نے دیا ہے تو مجھے بتایئے تاکہ اگر آپ کو کچھ ہوگیا تو میں ان سے بدلہ لے سکوں۔ انھوں نے کہا کہ اے برادر! اگر قیامت میں خدائے تعالیٰ نے میری بخشش کردی تو میں اس وقت تک بہشت میں نہیں جاؤں گا جب تک اس شخص نے جس نے مجھے زہر دیا اسے میرے حوالے نہ کردیں۔

اور حسین رضی اللہ عنہ کے اخلاق و تعلق سے بھی کچھ باتیں عرض کروں۔ ایک دن آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ایک کنیز ان کے پاس کھڑی تھی ہاتھ میں پیالہ لیے ہوئے وہ پیالہ اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ آپ نے غصہ فرمایا کنیز نے کہا والکاظمین الغیظ۔ حسین نے فرمایا میں نے غصہ کو پی لیا۔ کنیز نے کہا کہ والعافین عن الناس۔ حسین نے فرمایا میں نے تجھے معاف کیا۔ کنیز نے کہا والله یحب المحسنین، حسین نے فرمایا انت حرة لوجه الله (تجھے اللہ کی راہ میں آزاد کیا)*۔ اور ان لوگوں کے مناقب کس طرح بیان کئے جاسکتے ہیں پیغمبر کے جگر کے ٹکڑے ہوں اور جن کے متعلق خدائے عزوجل نے ارشاد فرمایا ہو کہ انما یرید اللّٰه لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا میں جسے علی رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمائی کہا کہ الهم ادر الحق معه حیث دار یعنی اے خدا حق کو اس جانب کردے جس طرف علی نے رخ کیا۔

* صحیح روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ امام زین العابدینؓ کا ہے (علی ابن حسینؓ) نہ کہ امام حسینؓ کا۔

ذکر امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجھہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بیان میں اس طرح لکھا ہے کہ علی ابن ابی طالب قرشی، ہاشمی، مکی، مدنی کوفی۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے، اور ان کی والدہ فاطمہ بنتِ اسد بن ہاشم بن عبد مناف کی دختر، اور یہ فاطمہ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشم کی اولادوں میں سے اسلام قبول کیا اور مدینہ ہجرت کی اور پھر آنحضرت کی حیات میں وفات فرمایا۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اور دفن کے لئے ان کی قبر میں تشریف لائے، اور اپنے لباس کو ان کے کفن کے لئے دیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوالحسن ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابوتراب کنیت عطا فرمائی اور یہ نام جو انہیں پیغمبر خدا نے عطا کیا تھا ان کے نزدیک محبوب ترین نام تھا۔ وہ اسے پسند کرتے تھے کہ انہیں اسی نام سے پکارا جائے۔ اور آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور فاطمہ رضی اللہ عنہ جو کہ تمام عالم میں بہترین عورت ہیں، کے شوہر ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دونو اسوں کے والد۔ اور اول ہاشمی ہیں کہ جو دونوں جانب سے ہاشمی تھے۔ اور اول خلیفہ کہ بنی ہاشم سے ہوئے۔ اور آپ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جن کے متعلق خدا کے پیغمبر نے بہشت کی گواہی دی ہے۔ اور ان چھ اصحاب شوریٰ میں سے ایک کہ جن سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوئے۔ اور پیغمبر کے بعد ان چار افراد میں سے ایک جو کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور ان دانشمندوں اور خداشناسوں میں کہ جنہوں نے طالبین کی علم ومعرفت میں رہنمائی فرمائی اور ان شجاعوں میں جو کہ مشہور عالم ہوئے اور ان زاہدوں میں جو مذکور زبان ہوئے اور

ان سابقوں میں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور علما کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے کس نے اسلام قبول کیا۔ بعض کے نزدیک خدیجہ کبریٰ ہیں اور کچھ کے نزدیک ابوبکر صدیق اور کچھ کے نزدیک علی مرتضی رضی اللہ عنہ۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ حقیقت میں اول مسلمان خدیجہ ہیں، اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ اور ثعلبی نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اولین مسلمان ہونے کے تعلق سے اجماع علما کا حوالہ دیا ہے اور اختلاف اس امر میں ہے کہ ان کے بعد کون ہیں۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ احتیاط کے طور پر یہ کہنا چاہیئے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ابوبکر ہیں اور سب سے کم عمر میں اسلام لانے والے علی اور عورتوں میں خدیجہ ہیں اور آزادشدہ میں بدر بن حارثہ اور غلاموں میں بلال رضی اللہ عنھم اجمعین۔ کہا گیا ہے کہ جب علی رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو اس وقت ان کی عمر دس سال تھی۔ اور بعض نے پندرہ سال بتائی ہے۔ اور یہ قول حسن بصری وغیرہ کا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ علی اور زبیر رضی اللہ عنہما آٹھ سال کی عمر میں ایمان لائے اور وہ یعنی علی غزوہ بدر، احد، خندق اور بیعت الرضوان، خیبر اور فتح حنین اور طایف اور بقیہ تمام مشاہدات میں حاضر ہوئے سوائے تبوک کے، کیوں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا خلیفہ بنا کر مدینہ میں رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اور ان تمام مشاہدات میں ان کے کارنامے مشہور ہیں۔ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر موقعوں پر لوا ان کے دست مبارک میں دیا۔ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد میں سولہ زخم پہونچے تھے اور ان کے احوال وآثار میدان کارزار اور جوانمردی کے تعلق سے بہت مشہور ہیں۔ علوم میں انہیں نہایت بلند مرتبہ حاصل تھا۔ ابن مسیّب فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہوا جو سلونی کہہ سکے یعنی پوچھو مجھ سے ان تمام علوم کے متعلق جو تم پوچھنا چاہتے ہو۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم کی دس قسمیں ہیں۔ ان میں سے نو قسم کے علوم علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئے اور باقی ایک کو تمام میں تقسیم

کیا گیا اور اس میں بھی علی رضی اللہ عنہ شریک تھے۔ اور ہر وہ حکم جس کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ علی رضی اللہ عنہ سے ہے تو پھر ہم دوسری طرف رخ نہیں کریں گے اور بزرگ صحابیوں کا حضرت علی سے مسائل کا پوچھنا اور ان کا حضرت علی کے فتوی کی طرف رجوع کرنا بہت سے مقامات پر اور مشکل مسائل میں مشہور ہے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کا زہد سب سے زیادہ مشہور ہے کیوں کہ خاص و عام ان کی معرفت میں شریک ہیں اور جو کچھ میں جانتا ہوں اور امام احمد بن حنبل کی مسند وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی میں نے بھوک کی شدت کی بنا پر اپنے شکم پر پتھر باندھے ہیں اور وہ اموال جسے میں نے فقرا کے حق میں صدقہ کیا ہے چار ہزار دینار تک اور دوسری روایت کے مطابق چالیس ہزار دینار تک ہے۔ اور علماء کا قول ہے کہ صدقہ سے ان کی مراد وہ مال نہیں جو انہوں نے زکوۃ میں دیئے تھے کیوں کہ یہ زہد و فقر کے منافی ہوگا بلکہ اس سے مراد مال وقف ہے جس کو انہوں نے صدقہ کیا اور صدقہ جاریہ بنایا اور اس کا حاصل اس مبلغ تک پہونچا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی مال جمع نہیں کیا کہ جو اس مقدار تک پہونچ سکے اور وفات کے بعد سوائے چھ سو درہم کے جو انہوں نے کنیز کی خرید کے لئے جو ان کے اہل و عیال کی خدمت کر سکے کچھ نہیں چھوڑا۔ اور روایت کرتے ہیں کہ ان کے جسم مبارک پر ایک موٹا لباس تھا جسے انہوں نے پانچ درم میں خریدا تھا اور صحیح حدیثیں جو ان کی فضیلت میں آئی ہیں بہت ہیں۔ اور ترمذی نے اپنی کتاب میں ابن سریحہ صحابی یا زید بن ارقم شعبہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں اور شک کا اظہار کیا ہے کہ ان دو صحابی رسول میں سے کس نے اسے روایت کیا ہے) کہ فرمایا آنحضرت نے من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ اور ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالی نے مجھے چار لوگوں کو دوست رکھنے کا حکم دیا اور خبر دیا کہ وہ بھی دوست رکھتا ہے ان چاروں کو، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ یا

رسول اللہ آپ ان چاروں لوگوں کے نام بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ علی ان میں سے ایک ہیں، اور اسے مکرر فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابوذر، مقداد اور سلمان، اللہ نے مجھے ان سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور بتایا کہ وہ بھی ان سے محبت کرتا ہے۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور ادا نہیں کر سکتا کوئی میرے حقوق کو مگر خود میں یا پھر علی۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور بعض نسخوں میں حدیث حسن صحیح بھی آیا ہے۔ اور روایت کیا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنے صحابیوں کے درمیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے برادری پیدا کی یعنی ایک دوسرے کو بھائی بنایا۔ پس علی اپنی آنکھوں میں اشک لئے ہوئے سامنے آئے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنے صحابیوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا سوائے میرے کہ مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا اور آخرت میں۔ اس حدیث کو روایت کیا ہے ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور ام عطیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ پیغمبر خدا نے لشکر بھیجا اور علی اس لشکر کے درمیان تھے پس میں نے پیغمبر خدا کو دست بہ دعا یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے خدا تو مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ میں علی کو دیکھ نہ لوں۔ روایت کیا ہے اسے ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ اور علی کے احوال اور ان کے فضائل ہر باب اور ہر چیز میں مشہور ہیں اور شمار سے زائد۔ ان کے خلافت کی مدت پانچ سال ہے اور جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو عرب حکماء میں سے ایک نے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم خلافت کو آپ کی ذات سے زینت ہے نہ کہ آپ کی ذات کو خلافت سے اور خلافت کو آپ کی زیادہ ضرورت ہے نہ کہ آپ کو خلافت کی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خوارج کے قتال اور جنگ کے تعلق سے

بہت سی خبریں ہیں جو کہ ثابت، صحیح اور مشہور ہیں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خبر دی تھی کہ وہ آپ کا قتل کرے گا اور آپ رضی اللہ عنہ سے بہت سے آثار نقل ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کو سال و ماہ اور وہ رات جس میں آپ کا قتل ہوا سبھی باتوں کا علم تھا۔ ان کا قاتل ابن ملجم تھا کہ جب زہر دار شمشیر سے اس نے آپ کی پیشانی مبارک پر وار کیا تو اسے دماغ تک پہونچا دیا اور یہ شب جمعہ کا آخر تھا۔ اور بیان کرتے ہیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے نکلے تو بطخیں آپ کے سامنے آکر فریاد کرنے لگے۔ لوگوں نے ان کو سامنے سے دور کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو کہ یہ سبھی میری موت پر نوحہ کرنے والے ہیں اور جب عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی نے ان پر تلوار سے حملہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں پروردگار کعبہ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں کامیاب ہوگیا۔ آپ نے کوفہ میں وفات پائی اتوار کی رات، رمضان المبارک کی ۲۱ تاریخ، سنہ ۴۰ھ میں اور آپ کو غسل دیا حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین نے اور تکفین ہوئی آپ کی تین کپڑوں میں کہ پیراہن اور عمامہ اس میں داخل نہیں تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ رضی اللہ عنہ وصیت سے فارغ ہوئے تو السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا اور پھر کوئی بات نہیں کی سوائے لا الہ الا اللہ کے اور جان حق کے سپرد کر دی۔ اور نماز پڑھی آپ پر آپ کے فرزند حسن بن علی نے اور آپ کو دفن کیا گیا صبح کے وقت۔ اور کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا بقیہ کافور تھا جسے آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کے جسم مبارک پر اسے لگایا جائے۔ اور آپ کی عمر شریف صحیح قول کے مطابق ۶۳ سال تھی اور اکثر علماء کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور دفن کیا آپ کو کوفہ میں اور بہت سے لوگوں نے آپ کا مرثیہ کہا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ آدم اللون یعنی سرخ گندم گوں رنگ کے تھے۔ اور اصلع یعنی آپ کی پیشانی پر بال کم تھے، میانہ قد اور سر اور ریش مبارک کے بال سفید تھے۔ اور آپ کبھی کبھی اپنی ریش مبارک کو خضاب کرتے تھے اور آپ

کی ریش مبارک گھنی اور لمبی تھی، خوبرو اور چمکتے دندان۔ اور جامع الاصول میں آیا ہے کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سرخ گندم گوں، گہرے لال، بڑی آنکھیں، قد مایل بہ کوتاہ، بزرگ شکم، گھنے بال، اور لمبی داڑھی، پیشانی پر کم بال اور سر اور داڑھی کے بال سفید تھے۔ آپ کی ریش مبارک کے خضاب کرنے کو نہیں بیان کیا کسی نے مگر شاذ و نادر۔ آپ کوفہ میں شہید ہوئے۔ آپ پر شمشیر چلائی ابن ملجم نے صبح کے وقت، جمعہ کے دن، ماہ رمضان کی ۱۹ ویں شب اور ۴۰ ھجری میں۔ اور جب آپ پر حملہ ہوا اس کے تین دن بعد آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے، آپ کی مدت خلافت چار سال اور ۹ مہینہ اور چند روز تھی۔ شرح کرمانی اور صحیح بخاری کتاب العلم باب 'اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم' میں علی رضی اللہ عنہ کے وصف میں آیا ہے کہ آپ چودہویں کے چاند کی مانند حسین چہرے والے اور خندان دندان تھے۔ آپ نے رحلت کے وقت جو وصیت فرمائی اسے لکھا گیا اور وصیت سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر اس کے بعد کچھ نہیں کہا سوائے لا الہ الا اللہ کے۔ اور چہل حدیث میں تاج الاسلام نے چوتھی حدیث میں بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ خوبرو اور سخت گندم گوں رنگ کے تھے۔ اگر دور سے انہیں دیکھتے یا نزدیک سے دیکھتے خوبصورت دکھتے تھے، سفید وسیاہ مایل بسرخی، میانہ قد، درخشان چہرہ، پیشانی پر کم بال، جسم پر زیادہ بال، بزرگ شکم، لمبی داڑھی آپ نے انہیں ایک مرتبہ خضاب کیا۔ بعثت سے پہلے جب مکہ میں قحط کا دور آیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو خود اپنے گھر لے کر آئے اور آپ کی تعلیم و تربیت کے مالک ہوئے۔ اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا اور ان میں سے ہر حرف کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے اور حق یہ ہے کہ علی کے نزدیک ظاہر اور باطن دونوں یکساں ہیں۔ اور نیز تاج الاسلام کی چہل حدیث میں مذکور ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کی مدت چار سال اور ۹ مہینہ تھی۔ ان کی نماز جنازہ پڑھائی ان کے بیٹے حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے۔ بعض کا کہنا ہے کہ چار

تکبیریں کہیں اور بعض نے نو لکھا ہے اور غسل دیا انہیں حسن اور حسین اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اجمعین نے اور انہیں کوفہ میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر کو بوسہ دیا لوگوں نے اپنی آنکھوں سے اور بعض کا کہنا ہے کہ مسجد کوفہ میں انہیں دفن کیا گیا اور بعض کا کہنا ہے کہ منتقل کیا ان کو حسن رضی اللہ عنہ نے مدینہ اور بعض کا قول ہے کہ وہ اونٹ جس پر ان کی نعش شریف کو رکھ کر لایا جارہا تھا راہ میں گم ہوگیا۔ اس کے بعد پھر کبھی اس کا پتہ نہیں چلا۔ اور بعض کا ماننا ہے کہ کوفہ کے ایک محل میں انہیں دفن کیا گیا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی قبر کو پوشیدہ رکھا جائے اور رات میں دفن کریں اور ہمیشہ ان کی قبر پوشیدہ رہی پھر رشید کے زمانے میں نجف کے مقام پر ظاہر ہوئی جو کہ کوفہ میں ایک مقام ہے اور ان کی قبر آج اہل عالم کی زیارت گاہ ہے۔ یہاں تک تاج الاسلام کا کلام ہے جو اس نے اربعین میں نقل کیا ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ حسن ابن علی رضی اللہ عنہ نے اہل شام سے سمجھوتہ کرنے کے بعد ان کے تابوت کو اٹھایا اور مدینہ لے آئے اور فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں ان کی وصیت کے مطابق دفن کیا۔

نقل ہے کہ حسین ابن علی سے لوگوں نے پوچھا کہ علی کو کہاں دفن کیا؟ آپ نے فرمایا کہ رات کو منزل سے نکل کر باہر آئے۔ مسجد اشعث سے گذر ہوا۔ وہاں سے پشت کی جانب نجف کوفہ کے بغل میں پہونچے اور انہیں اسی جگہ دفن کیا۔ لیکن ان کی قبر کا کوئی نشان نہیں چھوڑا اس وصیت کے مطابق جو انہوں نے کی تھی۔ ابوعبداللہ حافظ ان اسناد کے مطابق جسے بعض اسلاف تک پہونچایا ہے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا کہ جب علی رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ جب میری وفات ہوجائے تو مجھے تخت پر اٹھا کر باہر لانا۔ پھر مجھے غربین لانا وہاں تمھیں ایک سفید نورانی پتھر نظر آئے گا، اسے کھودنا وہاں ایک خالی زمین تمہیں نظر آئے گی اسی جگہ مجھے دفن کرو۔ اور ابن ابی الدینار کی ایک روایت ہے کہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک دن رشید کوفہ سے شکار کے

ارادے سے غربین کی طرف آیا۔ ہرنیں غربین کے اطراف میں پناہ کی غرض سے یکسو ہوگئیں۔ شکاری کتے بھی وہاں سے لوٹ گئے اور جب رشید کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا تو رشید نے غربین کے بزرگوں میں سے ایک کو بلایا اور اس مقام کی حالت معلوم کی۔ اس پیر مرد نے کہا کہ ہمیں اپنے باپ داداؤں سے یہ خبر ملی ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کے قبر کی جگہ ہے۔ پس رشید نے اس خبر کو ثابت اور مقرر رکھا اور جب تک زندہ رہا ہر سال اس کی زیارت کو آیا۔ اور ابن اثیر تاریخ کامل میں سنہ ۴۰ کے احوال میں لکھتا ہے کہ جب امیر المومنین نے شہادت پائی تو انہیں مسجد جماعت میں دفن کیا گیا اور بعض کا کہنا ہے کہ محل میں اور بعض کچھ اور کہتے ہیں۔ **اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر اسی جگہ ہے کہ جہاں آج ہم اس کی زیارت کرتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔** اور بعض کا کہنا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد کوفہ کے صفہ میں جو کہ باب کندہ سے متصل ہے دفن کئے گئے پھر اس کے بعد شب میں نجف کی جانب اسے منتقل کیا گیا تا کہ لوگوں کی نظروں سے پنہاں رہے۔ اور زید بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ نجف کے راستے سے گذر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ معلوم ہے کہ ہم کہاں ہیں؟ ہم ریاض جنت میں ہیں امیر المومنین کی قبر کے راستے میں۔ اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے فرزند اسمعیٰل سے فرمایا جب وہ نجف میں تھے کہ یہ تمھارے جد بزرگوار کی قبر ہے۔ اور جو کچھ عوام میں مشہور ہے وہ درست نہیں۔ اور امام صاین الملۃ والدین ابورشید حافظ محدث رحمہ اللہ علیہ علی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ رشید کے زمانے تک ان کی قبر ہمیشہ پنہاں رہی پھر ظاہر ہوا کہ بیرون کوفہ نجف میں واقع ہے اور آج ساری دنیا اس کی زیارت کرتی ہے اور ان کی قبر ہر محزون کا مسکن و ماوا اور ہر گریزندہ کے لئے خدا کی جانب پناہ گاہ ہے، واللہ اعلم۔ اور امام عبداللہ ابن اسعد بن علی یافعی نزیل حرمین کی تاریخ 'مرآۃ الجنان فی معرفۃ حوادث الزمان' میں سنہ ۴۰ کے احوال میں علی رضی اللہ عنہ کے ذکر میں آیا ہے کہ ابن ملجم کو قتل کیا گیا اور وہ

شجاعت میں علی کا مقابل نہیں تھا۔ اور الزام عائد کرنے والے سائل کے لئے ایک عمدہ جواب یہ ہے جو کہ خود علی سے مروی ہے کہ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ آخراس کا سبب کیا ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت صاف ستھری اور بغیر کسی اختلاف کے تھی اور آپ کی اور عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت نزاع اور اختلاف سے مکدر اور منغص ہوئی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ میں اور عثمان ابوبکر اور عمر کے حامیوں میں تھے اور تم اور تمھاری طرح دوسرے لوگ میرے اور عثمان کے حامی بنے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض یہودیوں نے کہا کہ اے مسلمانوں کی جماعت آخر تمہیں کیا ہوا کہ ابھی تمھارے پیغمبر کی وفات کو تھوڑی مدت بھی نہیں گذری کہ تم آپس میں لڑنے لگے اور ایک دوسرے پر تلواریں کھینچنے لگے۔ علی رضی اللہ عنہ نے اس یہودی سے فرمایا کہ ای یہودیوں کی جماعت تمہیں کیا ہوا کہ ابھی تمھارے پاؤں دریا کے پانی سے خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ تم نے یہ کہا اجعل لنا الھا کما لھم آلھة کہ اے موسیٰ ہمارے لئے ایک خدا بناؤ جیسا کہ ان بت پرستوں کا خدا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی کے ذکر میں بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں ان کی تعداد ۵۸۶ ہے۔ ان میں سے بیس احادیث متفق علیہ ہیں بخاری اور مسلم کے درمیان۔ اور نو حدیث منفرد ہے بخاری سے اور پندرہ مسلم سے مخصوص ہیں۔ اور ان سے ان کے تینوں فرزند حسن، حسین اور محمد بن حنفیہ، ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن عباس اور ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن زبیر اور ابوسعید خدری اور زید بن ارقم اور جابر بن عبداللہ اور ابوامامہ اور صہیب اور ابورافع اور ابوہریرہ اور جابر بن سمرہ اور حذیفہ بن اسید اور سفینہ اور عمر بن حریث اور ابولیلی اور براء بن عازب اور طارق بن شہاب اور جریر بن عبداللہ اور ابوالطفیل اور ابوجحیفہ نے احادیث روایت کی ہیں۔ تمام وہ جماعت جن کا ذکر ہوا صحابہ ہیں سوائے محمد بن حنفیہ کے، آپ تابعی ہیں اور تابعین میں بہت سے لوگ ہیں جو ان سے حدیث روایت کرنے کے لئے مشہور ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل ہے کہ ہم ایک

دوسرے سے یہ کہتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے انصاف پسند علی ہیں، رضی اللہ عنہ۔ اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن بصری کے ذکر میں لکھا ہے کہ بعض کا ماننا یہ ہے کہ حسن بصری نے حضرت علی ابن ابی طالب کو پایا ہے اور جامع الاصول میں آیا ہے کہ ابوسعید حسن بن ابی الحسن اور ابی الحسن کا نام یسار بصری ہے، میسان کے قیدیوں میں سے تھے اور زید بن ثابت کے موالی۔ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دو سال رہ گئے تھے تبھی حسن مدینہ میں پیدا ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد بصرہ تشریف لائے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ علی سے مدینہ میں ملاقات کی ہے۔ جب علی بصرہ آئے تو حسن وادی قری میں تھے اور بصرہ کی جانب روانہ۔ اور کہتے ہیں کہ طلحہ اور عائشہ کو دیکھا لیکن ان سے حدیث کا سننا صحت کا درجہ نہیں رکھتا۔ اور روایت کیا ہے ان سے دیگر صحابیوں اور تابعین میں سے بہت سے لوگوں نے۔ ان کی وفات رجب کے مہینہ میں سنہ ۱۱۰ھ میں واقع ہوئی۔ شیخ کبیر، ارباب طریقت وحقیقت کے پیشوا نجم الحق والدین ابوالجناب احمد بن عمر بن محمد عبداللہ الصوفی (اللہ ان کی روح کو راحت نصیب فرمائے) نے اس اجازت نامہ میں جسے اپنے بعض اصحاب کو عطا کیا تھا لکھا ہے کہ حبیب عجمی نے حسن بصری کے ساتھ گفتگو فرمائی ہے اور ان سے علم طریقت حاصل کیا ہے اور حسن بصری نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے صحبت فرمائی اور ان سے علم طریقت حاصل کیا یہ قول صحت کا درجہ رکھتا ہے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حسن نے حضرت علی ابن ابی طالب سے صحبت فرمائی اور ان سے علم طریقت حاصل کیا لیکن اس کی تصدیق نہ ہوسکی۔ واللہ اعلم۔ اور نیز شیخ ابوالجناب نجم الدین کبریٰ 'اللباس خرقہ و اسنادہ' میں فرمایا ہے کہ عبدالواحد بن زید علم میں حسن بصری سے انتساب رکھتے ہیں اور خرقہ میں کمیل ابن زیاد سے اور کمیل بن زیاد علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے۔ اور جان لو کہ حضرت امیر المومنین کی باقی نسل میں پانچ افراد ہیں- امام حسن ابومحمد سبط، امام حسین ابوعبداللہ سبط، ان کی والدہ زہرا بتول فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالقاسم بن حنفیہ رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ خولہ بنت جعفر بن قیس الحنفیہ

۔اور ابن القاسم عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ صہباء ام الحبیب التغلبیہ اور ابوالفضل عباس اوران کی والدہ ام النبیین کلابیہ ہیں۔اور کہتے ہیں کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اکثر روایات کے مطابق ۳۵ افراد ہیں اور عورتوں سے زیادہ مردوں کی تعداد ہے۔ ان میں ۱۹ مرد اور باقی عورتیں ہیں۔ ان میں حسن ،حسین زینب کبری، رقیہ کبری، کنیت ام کلثوم ان کی والدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ زینب کبری نے اپنی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے احادیث روایت کی ہیں اور وہ عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی زوجہ تھیں جن سے علی، عون اور عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ پیدا ہوئے۔اور رقیہ کبری ام کلثوم عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں اور انہوں نے زید کو جنم دیا اور زید اور ان کی والدہ نے ایک ہی دن انتقال کیا۔اور رقیہ کبری کی تزویج کی کفالت عمر عباس کے ذمہ تھی علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے۔اور یہ روایت شیعہ حضرات کے نزدیک بھی معتمد ہے۔اور علی بن عبداللہ بن جعفر جو کہ زینب کبری کے فرزند ہیں ان کی نسل باقی ہے۔اور جعفری سمرقند، بخارا اور قطوان میں کثیر تعداد میں ہیں۔ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد میں ۱۲ سبط ہیں، ۶ حسن کی اولاد اور ۶ حسین رضی اللہ عنہما کی اولاد ہیں۔ حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد میں عبداللہ، ابراہیم اور حسن مثلث اور ان کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی ،اور جعفر اور داود اور ان کی والدہ ام ولد اور یہ پنج تن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں۔ چھٹے حسن بن زید بن حسن بن علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ پس حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے جو نسل باقی ہے وہ حسن بن حسن اور زید بن حسن رضی اللہ عنہما سے ہے۔ اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے دو بیٹے تھے-ایک عمرو بن حسن اور دوسرے حسین بن حسن۔ ان کے باز ماندگان کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور امیر المومنین حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے جو بھی باقی ہیں وہ دو بیٹوں کے علاوہ نہیں۔ یہ حسن بن حسن اور زید بن حسن ہیں۔ حسن بن حسن کو حسن مثنی کہتے ہیں اور ان سے پانچ فرزند باقی بچے-حسن بن حسن بن حسن کہ انہیں حسن مثلث کہتے ہیں اور عبداللہ بن حسن اور انہوں نے سو سال حیات پائی اور ابراہیم بن حسن بن حسن

اور ان تینوں کی والدہ فاطمہ بنت حسین بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں۔اور جعفر اور داؤد دونوں حسن بن حسن کے بیٹے ہیں اور ان دونوں کی والدہ ام ولد تھیں۔لیکن زید بن حسن کے ایک فرزند تھے اور وہ حسن بن زید بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم ہیں اور ان حسن بن زید کے سات بیٹے تھے اور ان کی تفصیل ان کے نسب ناموں میں مذکور ہے۔لیکن حسین رضی اللہ عنہ کے فرزندزادوں میں ایک ابو جعفر محمد الباقر ہیں اور ان کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی اور زید اور عبداللہ اور عمر الاشرف اور حسین اصغر اور علی بن علی ہیں۔ یہ چھ افراد زین العابدین علی بن حسین کی اولاد ہیں رضی اللہ عنہم اور حسین کی اولاد میں ایک تن مرد زین العابدین باقی بچے اور ابی جعفر محمد الباقر کی اولاد میں بھی ایک مرد باقی بچے جن کا نام جعفر بن محمد صادق ہے۔اور جعفر بن صادق کی والدہ ام فروہ بنت قاسم ابن محمد بن ابو بکر صدیق ہیں، رضی اللہ عنہم۔اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پانچ فرزند ہوئے جن کے نام اسمٰعیل ،موسی کاظم ،محمد دیباج، اسحاق اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔اور کہتے ہیں کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے تین بیٹے تھے۔علی اصغر ملقب بہ زین العابدین۔آپ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی حیات میں ہی پیدا ہوئے اور انہیں علی اصغر اسی وجہ سے کہتے ہیں۔اور آپ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن دو سال کے تھے اور حادثہ کربلا کے وقت آپ کی عمر ۲۲ سال تھی اور ان دنوں آپ بیمار تھے اس سبب سے جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔آپ کی ماں شہر بانو یزدگرد شہریار بن شیرویہ بن خسرو پرویز بن ہرمز بن کسری کی بیٹی تھیں۔نوشیروان عادل بادشاہ نے انہیں ان کی بہن کیہان بانو کے ہمراہ حدود فارس سے بلایا تھا۔ شہر بانو سے امیر المومنین حسن نے عقد کیا اور اس سے زین العابدین علی اصغر پیدا ہوئے اور کیہان بانو سے محمد بن ابی بکر صدیق نے ازدواج کیا اور اس سے قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔بعض کا کہنا ہے کہ یہ عدل کی ہی برکت تھی کہ حق تعالی نے ائمۂ اہل بیت کو جو کہ امام حسین کی نسل سے تھے یزدگرد جس کا نسب نوشیروان عادل تک پہونچتا ہے اس کی دختر کے ذریعہ وجود میں لایا اور نہ ان

دوسری بیویوں سے جو کہ ان کے نکاح میں تھیں۔ اور امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کے دو اور فرزند تھے ایک کا نام علی اکبر تھا جو کہ کربلا کے واقعہ کے دن ۱۸ سال کے تھے اور جنگ میں شہید ہوئے۔ ان کی والدہ مرہ بن عروہ بن مسعود ثقفی کی صاحبزادی تھیں۔ اور حسین رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرزند عبداللہ بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم تھے۔ کربلا کے واقعہ کے وقت وہ بچہ تھے، انہیں تیر لگا اور شہید ہوگئے۔ پس امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ کے فرزندوں میں سوائے زین العابدین علی اصغر کے کوئی اور زندہ نہیں بچے۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے چار فرزند تھے۔ علی اصغر کہ جنہیں زین العابدین کہتے ہیں، اور علی اکبر اور جعفر اور عبداللہ اور دو بیٹیاں فاطمہ اور سکینہ۔ علی اکبر واقعہ کربلا کے دن حاضر تھے اور شہادت پائی۔ اور انہوں نے اپنی کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ اور جعفر کے بھی کوئی اولاد نہ تھی لیکن عبداللہ کہ انہیں ان کے والد باہر لے کر آئے اور تشنگی کی حالت میں قوم کے سامنے رکھا تا کہ ان کے دلوں کو نرم کیا جاسکے۔ یہاں تک کہ ایک شخص نے ان پر تیر مارا اور انہوں نے اپنے والد کی گود میں ہی جان دے دی۔ اور فاطمہ اپنے چچازاد بھائی کے نکاح میں آئیں کہ جنہیں حسن مثنّٰی کے نام سے جانتے ہیں۔ ان کے تین بیٹے۔ عبداللہ، ابراہیم اور حسن مثلث تھے۔ اور سکینہ رضی اللہ عنہا جب کوفہ آئیں اور اہل کوفہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ مبارک ہو تمہیں اے اہل کوفہ کہ تم نے مجھے کم عمری میں ہی یتیم کردیا اور جوانی میں ہی بیوہ بنا دیا۔ اور سکینہ کی والدہ رباب کلبیہ ہیں۔ اور حسین رضی اللہ عنہ سکینہ اور ان کی والدہ کو بہت عزیز رکھتے تھے اس تعلق سے ایک بیت بھی ان سے منقول ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ میں اپنی جان کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جہاں سکینہ اور رباب وارد ہوئیں اور مصعب بن عبداللہ سے منقول ہے کہ حسین بن علی نے پچیس حج ادا کئے پیادہ پا اور لبیک کہتے ہوئے۔ اور علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے کچھ لوگوں نے کہا کہ تیرے والد کو کیا ہوا کہ ان سے اولادیں کم ہوئیں تو آپ نے فرمایا کہ ان کی جتنی بھی اولاد ہوئی غنیمت ہے۔ وہ رات اور دن میں ہزار رکعت نماز ادا

کرتے تھے انہیں وقت کہاں تھا کہ اپنی عورتوں کے ساتھ وقت گذارتے اور جب حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تو اولاد علی میں سے چھ افراد ان کے ساتھ شہید ہوئے۔ عثمان بن علی اور ابوبکر بن علی اور جعفر بن علی اور عباس بن علی۔ ان چاروں کی والدہ کلابیہ تھیں۔ پانچویں ابراہیم بن علی وہ ام ولد سے تھے اور چھٹے عبداللہ بن حسین۔ اور پانچ افراد عقیل بن ابی طالب کی اولاد سے اور عون اور محمد عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے بیٹے اور تین دیگر بنی ہاشم سے یہ سبھی ۱۶ افراد مرد ہیں اور بنی ہاشم کے ۱۲ افراد قید کئے گئے اور علی بن حسین اور فاطمہ بنت حسین ان میں داخل تھیں۔ پس بنی حرب کے گھوڑوں کے پاؤں زمین پر نہیں پڑے یہاں تک کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے ملک چھین لیا۔ اور زین العابدین کے چھ فرزند تھے۔ محمد الباقر عبداللہ، باہر، زید شہید، عمر الاشرف، حسین الاصغر اور علی بن علی رضی اللہ عنہم اور ان میں سے ہر ایک کے تمام دنیا کے اطراف واکناف میں بڑے بڑے قبیلے ہیں۔

ذکر امام زین العابدین علیہ السلام

امام زین العابدین ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور بعض کے مطابق ابوالحسین ہے اور ابو محمد بھی کہتے ہیں۔ علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم ہاشمی، مدنی، تابعی معروف بہ زین العابدین اہل بیت کے اکابر سادات اور مشہور تابعین بزرگ میں ہیں۔ زہری کہتا ہے کہ میں نے کسی قرشی کو علی بن حسین سے فاضل تر نہیں دیکھا۔ اور اسی طرح روایت کیا گیا ہے اسلاف کی ایک جماعت سے کہ سعید بن میبّب انہیں میں سے ہیں۔ اور سعید بن میبب فرماتے ہیں کہ مجھ تک یہ خبر پہونچی ہے کہ علی بن حسین رات اور دن میں ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اس وقت تک جب تک کہ باحیات تھے۔ اور انہیں زین العابدین اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ عبدالملک بن مروان انہیں دوست رکھتا تھا اور ان کا احترام کرتا تھا۔ اور حلیۃ الاولیا میں زھری کے حوالے سے آیا ہے کہ اس نے کہا کہ میں علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہونچا اسی دن جب عبدالملک بن مروان نے انہیں مدینہ سے شام روانہ کیا اور لوہے کی زنجیر ان کے پائے مبارک میں ڈالی اور ان پر پہرے دار بٹھا دیا اور وہ قبہ میں تھے اور ان کے پاؤں میں آہنیں زنجیر۔ میں نے کہا کہ کاش میں آپ کی جگہ ہوتا اور آپ سلامت ہوتے۔ انہوں نے کہا مدینہ سے دو منزل کی دوری پر مجھے اس حال سے گذرنا پڑ رہا ہے اسی طرح ابھی چار راتیں ان کے جانے کے بعد گذری تھیں کہ عبدالملک کے موکل ان کی تلاش میں مدینہ آئے اور انہیں نہیں پایا۔ لوگوں نے موکلوں سے حقیقت حال دریافت کیا اور میں بھی اس جماعت میں شامل تھا جو ان کے احوال دریافت کر رہے تھے۔ پس موکلوں نے ہمیں بتایا کہ وہ جای نزول پر تشریف رکھتے

تھے اور ہم سب ان کے ارد گرد ان کی نگہبانی میں تھے، ہماری آنکھ لگ گئی اور صبح ہوئی تو انہیں نہیں پایا۔ اور سوائے اس زنجیر کے جوان کے پاوں میں تھی اس جگہ کچھ اور نہیں پایا۔ زھری کہتا ہے کہ اس کے بعد میں عبدالملک کے پاس آیا اور اس نے مجھ سے علی بن حسین رضی اللہ عنہما کا حال پوچھا۔ میں نے انہیں وہ باتیں بتائیں جو میں نے موکلوں سے سنی تھی۔ اس نے کہا کہ اسی دن جب ان کے حامیوں نے انہیں گم کر دیا وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھ سے تجھے کیا سروکار ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ میرے پاس رہئے اور کہیں مت جائیے۔ انہوں نے کہا کہ میں یہ نہیں چاہتا اور پھر وہاں سے چلے گئے۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ جو گمان کر رہے ہیں وہ فعل علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے صادر نہیں ہوا کیوں کہ وہ تو اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہیں۔ عبدالملک نے کہا کہ کتنا اچھا وہ کام ہے جو انہیں مشغول رکھتا ہے اور زہری جب بھی علی بن حسین کو یاد کرتے تو روتے اور کہا کہ زین العابدین سے روایت ہے کہ جب علی الحسین وضو فرماتے تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور زرد ہو جاتا۔ اہل بیت نے ان سے اس بارے میں سوال کیا اور کہا کہ یہ کیا ہے کہ جب آپ وضو کرتے ہیں تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور یہ آپ کی عادت ہو چکی ہے؟ آپ ان سے کہتے کہ تم جانتے ہو کہ میں کس کی بارگاہ میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔ اور سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ علی بن حسین حج کے لئے تشریف لائے۔ جب احرام باندھا اور سواری کی پشت پر سوار ہوئے تو آپ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور بدن کانپنے لگے یہاں تک کہ آپ تلبیہ بھی نہیں کہہ سکتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ لبیک کیوں نہیں کہتے تو آپ نے فرمایا کہ اس ڈر سے کہ کہیں میں لبیک کہوں اور وہ لا لبیک جواب دے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آخر تلبیہ کہنا سنت ہے۔ جب آپ نے تلبیہ کہا تو بیہوش ہو گئے اور سواری کی پشت سے زمین پر گر پڑے اور جب تک کہ وہ راستے میں تھے یہی کیفیت رہی اور اسی حال میں حج کیا۔ ابوالقاسم

زمخشری اپنی کتاب ربیع الابرار میں بیان کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جب صحابہ فارس کے بندیوں کو مدینہ لے کر آئے تو ان میں یزدگرد کی تین بیٹیاں بھی تھیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان سبھوں کو فروخت کر دیا جائے۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بادشاہوں کی اولاد کے ساتھ عام لوگوں کی طرح معاملہ نہیں کیا جاسکتا۔ پس ان کی قیمت ادا کر کے علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے پاس رکھ لیا۔ اور ان میں سے ایک کو عبداللہ بن عمر کے حوالے کیا اور دوسری کو اپنے لڑکے حسین کو اور تیسری کو محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیا۔ اس لڑکی سے جسے عبداللہ بن عمر کے نکاح میں دیا سالم بن عبداللہ پیدا ہوئے اور جنہیں حضرت حسین کے نکاح میں دیا ان سے زین العابدین متولد ہوئے اور محمد بن ابی بکر سے قاسم بن محمد متولد ہوئے۔ یہ تینوں ایک دوسرے کی خالہ کے لڑکے ہیں۔ اور اس سے قبل اہل مدینہ سر یہ رکھنے کو عیب سمجھتے تھے یہاں تک کہ یہ تینوں سر یہ کے بطن سے وجود میں آئے اور تمام اہل مدینہ کو اس میں رغبت پیدا ہوئی۔ اور مروی ہے کہ زین العابدین رضی اللہ عنہ کہ کسی بھی مسلمان کو یہ گنجائش نہیں کہ ان کو نہ پہچانتا ہو اور ان کے فضل کو نہ جانتا ہو جب آپ وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا اور جب تیز ہوا چلتی تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑتے۔ ایک مرتبہ جب آپ نماز ادا کر رہے تھے تو گھر میں آگ لگ گئی اور آپ سجدہ میں تھے۔ گھر کے لوگ فریاد کرنے لگے اور آپ سے کہا کہ اے ابن رسول اللہ گھر میں آگ لگ گئی ہے آپ سر اٹھائیے۔ آپ نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ سے لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے دوسرے آگ کی یاد آ گئی اور میں اس آگ کی یاد سے غافل ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک گروہ خدا کی پرستش سزا کی خوف سے کرتا ہے یہ پرستش بندے کی پرستش ہے اور ایک گروہ ثواب کی امید میں اس کی پرستش کرتا ہے یہ سوداگروں کی پرستش ہے، ایک قوم نعمت کا شکر ادا کرنے

کے لئے اس کی پرستش کرتا ہے یہ پرستش آزادوں کی پرستش ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ کوئی طہارت کے کام میں آپ کی مدد کرے۔ آپ خود طہارت کے لئے پانی کھینچتے اور پانی کے برتن کو سونے سے پہلے ڈھک کر رکھتے اور جب خواب سے بیدار ہوتے تو مسواک کرتے اور پھر وضو فرماتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔ دن کے وظائف اگر قضا ہو جاتے تو انہیں شب میں ادا کرتے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کے متعلق کچھ کہا اور ایسی بات جو نہیں کہنی چاہئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اگر میں ایسا ہوں جیسا کہ تم نے کہا تو خدا میری مغفرت فرمائے اور اگر میں ویسا نہیں ہوں جیسا کہ تم نے کہا تو خدا تمھاری مغفرت فرمائے۔ وہ شخص اٹھا اور آپ کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں آپ پر فدا، آپ ویسے نہیں جیسا کہ میں نے کہا آپ خدا سے میری مغفرت کی دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا تیری مغفرت فرمائے اور پھر اس شخص نے یہ آیت پڑھی- **اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ** (خدا اچھی طرح جانتا ہے کہ رسالت کسے عطا کی جائے) یعنی وہ اپنے علم قدیم سے جانتا تھا کہ پیغمبری اسی خاندان میں آنی چاہئے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اے لوگو مجھے اسلام کی دوستی کی بنا پر دوست رکھو اور حد سے تجاوز نہ کرو. آخر معاملہ یہاں تک پہونچا کہ تمھاری دوستی میرے لئے باعث ننگ ہوئی اور لوگوں سے کہا کہ ہمارے طرفداروں کو یہ بتا دو کہ ہمارا وجود تمھیں خدا کے نزدیک کوئی فائدہ نہیں دے گا اور ہماری دوستی سوائے زہد کے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اے لوگو میں تمھیں وصیت کرتا ہوں آخرت کی نہ کہ دنیا کی۔ اور جب آپ رضی اللہ عنہ دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کی پشت مبارک کو لوگوں نے دیکھا کہ سخت ہو چکی ہے۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھے یہ علم ہوا کہ یہ چھالے اس وجہ سے ان کی پشت مبارک پر تھے کہ آپ راتوں کو ان ہمسایہ کے گھروں میں جو ناتوان تھے پانی کھینچتے تھے اور فرماتے تھے کہ پوشیدہ نیکی پروردگار کے غصہ کی آگ کو بجھا دیتی ہے اور جب راہ میں چلتے تھے تو آپ کے دست مبارک آپ کے

دونوں زانوؤں سے نکل جاتے تھے اور آپ خدا کی عبادت میں بہت مشقت کیا کرتے۔ آپ کے فرزند محمد باقر نے آپ سے فرمایا کہ آپ کب تک اس قدر مشقت اٹھائیں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی دوستی کا طالب ہوں تا کہ اس کے ذریعہ وہ مجھے اپنی نزدیکی عطا کرے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ خدا آپ کی بخشش فرمائے گا کیوں کہ آپ بہترین انسان اور ان میں فاضل ترین ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو جہاں بھی وہ ملے۔ اپنے قوم کے لوگوں سے جو آپ کے اردگرد تھے اس بات کی تلقین کرتے تھے اور فرماتے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ نہ بیٹھے مگر ان کے پاس جس سے اس کے دین میں فائدہ ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ جب مسکین کو صدقہ دیتے تو پہلے اس کے ہاتھ کو بوسہ دیتے پھر صدقہ ان کے ہاتھ میں دیتے اور آپ رضی اللہ عنہ کی ایک مسجد تھی کہ جس میں آپ عبادت فرماتے اور جب رات کا ایک حصہ یا دو حصہ گذر جاتا تو آپ بلند آواز سے دعا فرماتے اور وہ تمام دعا جو آپ فرماتے ان میں ایک یہ تھی جس کا مضمون یہ ہے کہ اے بار خدایا مطلع اور تیرے دربار میں کھڑے ہونے کے خوف نے مجھے اپنے بستر سے دور رکھا اور مجھ سے خواب کو دور کر دیا پھر اپنے رخسار کو زمین پر رکھتے اور آپ کے اہل اور اولاد آپ کے اردگرد کھڑے ہوتے اور گریہ کرتے اس شدت کی وجہ سے جو آپ سے مشاہدہ کرتے اور ان کی حالت پر انہیں رحم آتا اور آپ ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتے اور فرماتے کہ اے بار خدایا میں تجھ سے خوشی، راحت کا خواہاں ہوں۔ جب مجھے موت آئے تو تو مجھ سے خوش رہے۔ طاؤس یمانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں حجر اسمٰعیل میں تھا اچانک علی بن حسین وہاں تشریف لائے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اہل بیت کے صالحین میں سے ایک ہیں ان کی دعا غنیمت ہے میں وہیں بیٹھ گیا۔ آپ نے نماز ادا کی اور سجدہ میں چلے گئے اور اپنے رخسار کو زمین پر ملنے لگے پھر اپنے ہاتھوں کو آسمان کی جانب اٹھایا۔ میں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ تیرا مسکین، کم ظرف اور چاہنے والا بندہ تیرے

صحن خانہ میں ہے۔ طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے ان کلمات کو یاد کر لیا اور جس سختی میں بھی ان کلمات کے ذریعہ دعا کی اپنی مراد کو پایا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے مناقب اور محاسن بہت ہیں اور مشہور زمانہ ہیں اور اس قدر جو کہ بیان کیا گیا ان میں سے کچھ ہیں۔ امام نووی بعض علما سے نقل کرتے ہیں کہ جب علی بن حسین رضی اللہ عنہما اس دنیا سے تشریف لے گئے تو آپ کے جانے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ سینکڑوں لوگوں کو مدینہ میں خاموشی سے کھانا مہیا کرتے تھے۔ احمد بن صالح نے لکھا ہے کہ زہری اور علی بن حسین ایک ہی سال میں اس دنیا میں آئے۔ اور وہ سنہ ۵۰ ہے۔ اور یعقوب بن سفیان نے کہا ہے کہ زین العابدین رضی اللہ عنہ سنہ ۳۵ میں متولد ہوئے۔ اور صحیح یہ ہے کہ ان کی پیدائش سنہ ۳۸ ہے۔ اور زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ اور روایت میں آپ کو ثقہ، مامون اور عالی مرتبہ اور رفیع القدر کا درجہ حاصل تھا۔ اور تمام کا ان کی بزرگی پر اتفاق ہے۔ اور حماد بن زید نے کہا ہے کہ ہاشم کی اولاد میں سب سے افضل جسے میں نے دریافت کیا وہ علی بن حسین تھے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ سخت متقی، بہت عبادت گزار تھے۔ لوگوں کے ساتھ پنہاں طور پر نیکی کیا کرتے تھے۔ اور آپ کی کنیت ابوالحسن اور ابو محمد اور ابوبکر تھی۔ اور جب آپ سفر کرتے تو اپنے نسب کو لوگوں سے پوشیدہ رکھتے۔ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی بنا پر کوئی چیز لوں اور اس نسبت سے میں انہیں کچھ نہ دوں اور ان کا حق ادا نہ کروں۔ اور فرزدق شاعر جس نے امام زین العادین کی شان میں قصیدہ کہا ہے۔ امید ہے کہ پروردگار تعالیٰ آخرت میں اس کی اسی قصیدہ کی بنیاد پر بخشش فرمائے۔ اور یہ اس طرح ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک اپنے والد کے عہد میں حج کے لئے آیا تو اس نے طواف کیا اور بہت مشقتیں اٹھائیں تا کہ حجر اسود تک پہونچ سکے اور اسے بوسہ دے۔ لیکن لوگوں کے ازدحام کی وجہ سے ایسا کر نہیں پایا پس اس کے

لئے ایک منبر رکھا گیا۔ وہ اس پر بیٹھا اور لوگوں کی طرف نگاہ کیا اور اس کے ساتھ اہل شام کے اعیان و اشراف کی ایک کثیر جماعت تھی۔ اچانک اسی وقت زین العابدین علی بن حسن بن علی بن ابی طالب رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں تشریف لائے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نہایت حسین اور ان سب میں ذات، طبیعت، اصل و فرع کے اعتبار سے شریف ترین انسان تھے۔ پس آپ طواف میں مشغول ہوگئے۔ جب حجر اسود کے نزدیک پہونچے تو تمام لوگ ایک طرف ہوگئے یہاں تک کہ آپ نے استلام (حجر اسودہ کو بوسہ دینا) کیا۔ شامیوں میں سے ایک نے کہا کہ یہ کون ہیں کہ ان سے تمام لوگ ہیبت زدہ ہوگئے؟ ہشام اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ اہل شام ان سے وابستہ ہوجائیں اور ان کی طرف چلے جائیں، کہا کہ میں انہیں نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ فرزدق اس جگہ حاضر تھا۔ اس نے کہا کہ میں انہیں پہچانتا ہوں کہ وہ کون ہیں۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ بتاؤ اے ابوفراس کہ وہ کون ہیں؟ اس کے بعد فرزدق نے ان کی منقبت میں ایک قصیدہ پڑھا جس کا مضمون معنی میں ان ابیات کے ساتھ جو مولانا جامی رحمہ اللہ علیہ نے سلسلہ الذہب میں اسے ترجمہ کیا ہے ذیل میں درج ہے۔ مثنوی:

یہ وہ شخص ہے کہ مکہ اور بطحا   زمزم و بو قبیس اور حیف و منا
حرم اور حل، بیت ، رکن اور حطیم   ناودان اور مقام ابراہیم
مروہ ،سعی اور صفا حج اور عرفات   طیبہ، کوفہ، کربلا اور فرات
ہرایک ان کے قدر ومرتبہ کے عارف ہوئے   اوران کے مقام کی بلندی سے واقف ہیں
وہ سیدالشہدا قرۃ العین ہیں   اور گلستان زہرا کے پھول
احمد مختار کے باغ کے میوے   اور حیدر کرار کے باغ کے لالہ
جب وہ قریش کے درمیان بیٹھتے ہیں   تو اہل قریش کی زبان پر فخر سے یہ آتا ہے
کہ اس سردار اور ستودہ شیم پر   تمام فضل و کرم کی انتہا ہوگئی
اس کی منزل عزت کی بلندی ہے   اس کا محمل حامل دولت ہے

اس طرح معزز اور محترم   عرب اور عجم میں کوئی نہیں
ان کے جد کو مسند تمکین سے   خاتم الانبیاء نقش نگین ہے
ان کے چہرے سے ہدایت کا نور روشن ہے   اوران کی خصلت سے وفا کی خوشبو آتی ہے
ان کے جد ہدایت حق کے مصدر   اور وہ اس مصدر سے مشتق ہیں
ان کا نور آفتاب روز افروز   اور ظلمت میں روشنی پیدا کرنے والا ہے
ان کی حیا کو یہ گوارا نہیں   کہ کسی چہرے پر نظر ڈالے
مخلوق بھی ان سے نظریں پوشیدہ رکھتی ہے   کیوں کہ ان کی ہیبت سے وہ آنکھیں نہیں ملا سکتے
بغیر ان کے تبسم کی سبقت کے   کسی کو اس سے تکلم کی طاقت نہیں
وہ عرب و عجم میں مشہور ہیں   لیکن انہیں غافل اور مغرور مت جانو
تمام عالم آفتاب سے فیضیاب ہے   اگر اندھا اس سے فیض نہ پائے تو آفتاب کا کیا قصور
آفتاب آسمان پر بلند ہوا   اگر زمین اس سے کچھ حاصل نہ کرے تو کیا باک ہے
اچھے اور برے تمام لوگوں پر   اس کا ہاتھ بخشش کی بارش برساتا ہے
اس ابر کا فیض تمام عالم پر ہے   جب وہ برستا ہے اس میں کوئی کمی نہیں ہوتی
اسی وجہ سے ان کا بلند آئین معاشرہ   علیین کے مرتبہ سے بھی اوپر ہے
ان کی محبت سچائی کی دلیل ہے   اور ان سے بغض کفر و نفاق کی دلیل
ان کی قربت بلندی کا زینہ   اور ان سے دوری ذلت کا سبب
اگر اہل تقوی کا شمار کریں   اور رضاے مولی کے طالبوں کا
تو اسی قوم میں اس کے مقتدا   اور اسی جماعت میں پیشوا ہوں گے
اگر بالفرض آسمان سے کوئی سائل سوال کرے   اہل زمین کے متعلق
تو کواکب و نجوم کی زبان پر نہیں آئے گا   مگر ان کا نام
ان کا نام تمام مخلوق کی زبانوں پر شائع ہے   اللہ کے ذکر کے بعد
وہ ہر تحریر کو رواج دینے والے ہیں   ان کا نام ہے خدا کے نام کے بعد
ہر نظم و نثر کا خاتمہ الحق   انہیں کے نام کی برکت سے رونق پاتا ہے

ہشام نے جب یہ قصیدہ سنا تو بہت برہم ہوا اور فرزدق کو قید خانہ بھیج دیا۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم فرزدق کے پاس بھیجا لیکن فرزدق نے اسے نہیں لیا اور کہا کہ میری جانب سے آپ کی مدحت خدا کی خوشنودی کے لئے تھی نہ کہ صلہ کی غرض سے۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کچھ بخشتے ہیں پھر اسے واپس نہیں لیتے۔ تب فرزدق نے اس انعام کو قبول کرلیا۔ اس قصہ کو بہت سے اہل سیر اور تواریخ نے اسی طرح بیان کیا ہے اور حافظ ابونعیم اصفہانی نے بھی حلیۃ الاولیا میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور روایت کیا ہے اسے ابوالقاسم طبرانی نے معجم کبیر میں حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر میں ان اسناد کی بنیاد پر جو اسے سلیمان بن ہشیم سے حاصل تھیں کہ انہوں نے فرمایا کہ حسین بن علی بیت اللہ کا طواف کررہے تھے، جب انہوں نے حجر اسود کے بوسہ کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان کے لئے جگہ فراخ کردی اور فرزدق ابن غالب ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ ایک شخص نے فرزدق سے پوچھا کہ اے ابوفراس یہ کون ہیں جو طواف کررہے ہیں؟ پس فرزدق نے ان کی منقبت میں اس قصیدہ کو پڑھا۔ لیکن یہ روایت دو وجھوں سے ایک وہم اور خطا معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو یہ کہ ایمہ کا ان کے خلاف اتفاق ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔ اور دوسری وجہ جیسا کہ دارقطنی نے روایت کی ہے کہ فرزدق نے حسین رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا مگر ایک بار مکہ کے راستے اور بعض لوگ ان اشعار کو جریر سے نسبت دیتے ہیں اور بعض محمد بن علی کے تعلق اسے نقل کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا کہنے والا کثیر ہے۔ اور یہ تمام حکایت غلط ہے جیسا کہ ظاہر ہوگیا۔ اور شیخ الحرمین ابی عبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ اگر ابوفراس کا خدا کے نزدیک کوئی اور عمل نہیں ہوگا مگر یہی ایک عمل تو وہ جنت میں داخل ہوگا کہ یہ کلمہ حق ہے سلطان جابر کے نزدیک۔ فرزدق نے زندان میں بھی ہشام بن عبدالملک کی ہجو کرنا شروع کیا اور ان تمام ابیات میں سے جس میں اس نے اس کی ہجوی کی یہ دو بیت ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ چاہے مجھے جس

کرو مدینہ میں اور یا اس جگہ جسے لوگ عزیز رکھتے ہیں یعنی مکہ میں۔ اور ہشام اپنے سر کو جنبش دیتا رہا وہ سر جو کہ سر نہیں اور اپنی آنکھوں کو جو کہ دیکھ نہیں سکتیں تھیں۔ اور اس کا عیب تمام پر ظاہر ہے۔ ہشام نے کسی کو اس کے پاس بھیجا یہاں تک کہ اسے قید سے رہا کردیا۔ امام نوی فرماتے ہیں کہ زین العابدین نے حدیث اپنے والد سے اور ابن عباس اور مسور بن مخرمہ اور ابی رافع اور عایشہ اور ام سلمہ اور صفیہ ازواج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی تھی۔ اور ان سے حدیث روایت کی ہے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور یحیی انصاری اور زہری اور ابوالزنا داور زید بن اسلم اور ابوجعفر محمد باقر بن علی وغیرہ نے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور تمام کا ان کی بزرگی پر اتفاق ہے، ہر چیز میں آپ ثقہ تھے اور مامون، اور بہت سی حدیثوں کے راوی اور بلند مرتبہ اور عالی قدر۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے کہا کہ تمام اسناد میں صحیح ترین سند یہ ہے زہری عن علی بن الحسین عن ابنہ عن علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ میں ۹۴ ہجری میں ہوئی اور اس سنہ کو سنہ الفقہا کہتے ہیں اس وجہ سے کہ بہت سے فقہا اس سنہ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۹۲ ہجری میں ہوئی اور ان کی عمر ۵۸ سال تھی اور انہیں بقیع میں دفن کیا گیا اسی قبر میں کہ جس میں ان کے چچا حسن بن علی رضی اللہ عنہ مدفون تھے۔ اس کے بعد اسی قبر میں ان کے لڑکے محمد باقر اور ان کے بیٹے کے بیٹے جعفر صادق رضی اللہ عنہم اجمعین دفن کئے گئے۔ **کمال ہے اس قبر کی بزرگی اور کرامت پر اور آج یہ قبر ایک قبہ میں ہے کہ اس میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر ہے*۔**

---

* **افسوس آلِ سعود نے اس مبارک قبہ کو شہید کردیا۔ آج وہاں صرف آئمہ کی قبور پر پتھر، نشان کے لیے لگے ہوئے ہیں۔**

اور زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ۹ بیٹیاں اور ۱۱ بیٹے تھے۔ بیٹیوں میں فاطمہ، سکینہ اور خدیجہ جو کہ محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین کے نکاح میں تھیں۔ ان سے چند فرزند ہوئے۔ اور ۱۱ بیٹوں میں ابو جعفر محمد باقر اور زید اور عبد اور عمر اشرف اور حسین اصغر اور علی بن علی اور ان کے اعقاب میں یہ چھ افراد باقی بچے۔ دیگر حسن اور حسین اکبر اور قاسم اور سلیمان اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم اجمعین۔ **اور طف کے دن حسین کی اولاد میں سوائے علی اصغر زین العابدین کے اور کوئی نہیں بچے۔ پس سبحانہ حق تعالیٰ نے ان کی صلب سے اس قدر فرزند عطا کئے اور شرق وغرب میں انہیں منتشر کر دیا۔ چنانچہ کوئی علاقہ اور کوئی شہر ان کے وجود سے خالی نہیں اور یزید اور اس کی اولاد میں کوئی شخص باقی نہیں رکھا کہ وہ گھر کو آباد کر سکے اور چراغ روشن کرے۔** اور اللہ تعالیٰ جو سب سے سچ بولنے والا ہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ اے نبی ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا اور فرمایا اس عز وجل نے کہ بیشک آپ کا عیب تلاش کرنے والا ہی ابتر ہے۔ کوثر لغت میں مصدر ہے اور کثرت کے معنی میں ہے اور جواب اور رد ہے اس شخص کی کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ دیا اور ابتر بتایا۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ان شانئک ھو الابتر یعنی وہ شخص جو آپ کا عیب بیان کرتا ہے اور بے نسل کہتا ہے آخر وہی بے نسل ہے۔ ابتر اسے کہتے ہیں جس کی کوئی نسل نہ ہو۔ اور کشاف میں کہتے ہیں کہ کوثر فوعل کے وزن پر ہے اور اس میں کثرت اور مبالغہ ہے، یعنی بہت بہت۔ اور کہتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اور روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ کوثر کیا ہے؟ کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اور اس میں بہت سی بھلائیاں ہے۔ اور ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے کوثر کی خیر کثیر سے تفسیر فرمائی۔ پس آپ سے سعید بن جبیر نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے تو حضرت عباس نے فرمایا کہ وہ بھی

خیر کثیر ہے۔ معنی یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو وہ نیکی عطا فرمائی ہے جس کے کثرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور آپ کے علاوہ کسی اور کو یہ نعمت عطا نہیں ہوئی۔ اور اس کا عطا کرنے والا میں ہوں سارے جہان کا پروردگار۔ پس شریفترین اور کثیر ترین عطا آپ کے لئے ہی ہے اس کریم ترین عطا کرنے والے اور عظیم ترین انعام بخشنے والے کی جانب سے۔ پس آپ اپنے رب کی عبادت کیجئے جس نے آپ کو اپنی عطا کے ذریعہ عزیز بنایا اور آپ کو مخلوق کی منت سے محفوظ رکھا، آپ کی اس قوم کے گمان کے مطابق جو غیر خدا کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ذبح کیجئے اور جب ذبح کیجئے تو اللہ کے لئے اور اس کے نام سے کیجئے اس قوم کے برخلاف جو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں۔ بیشک آپ کی قوم میں سے جو بھی آپ سے دشمنی اختیار کرے گا اور آپ کے خلاف جائے گا وہی ابتر، بے نسل اور بے برکت ہے، نہ کہ آپ۔ کیونکہ روز قیامت تک جو بھی مومن پیدا ہوگا وہ آپ کی معنوی اولاد ہوگی اور آپ کا ذکر منبروں اور تمام عالم کی زبان پر ہے اور وہ جس چیز کی بھی ابتدا کرتے ہیں خدا کے نام سے کرتے ہیں اور آپ کے نام سے اسے ثنی کرتے ہیں۔ اور آپ کو آخرت میں وہ چیز عطا ہوگی جس کی توصیف احاطہ سے باہر ہے۔ آپ کو ابتر نہیں کہا جا سکتا بلکہ ابتر خود عیب بیان کرنے والا ہے کہ دنیا اور آخرت میں کوئی اس کا نام لینے والا نہیں۔ اور اگر کوئی اس کا نام لیتا ہے تو لعنت کے ساتھ۔ اور ابتر اسے کہتے ہیں کہ جس سے کوئی نسل باقی نہ ہو حمار ابتر اس گدھے کو کہتے ہیں جس کی دم کٹی ہوئی ہو۔ طیبی شرح کشاف میں کہتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سعید بن جبیر کی روایت سے حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے۔ پھر سعید بن جبیر سے لوگوں نے سوال کیا کہ کہتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ نہر جو کہ بہشت میں ہے وہ بھی خیر کثیر میں سے ایک ہے جو انہیں عطا کیا گیا ہے۔ اور عین المعانی میں ہے کہ کوثر فوعل کے وزن پر ہے کثرت سے جیسا کہ نوفل نفل سے اور جوہر جہر سے۔ پس

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے خیر کثیر مراد لیا اور ائمہ مشائخ اہل بیت میں سے ایک ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہ، ہاشمی، قرشی، مدنی، معروف بہ باقر رضی اللہ عنہ۔ آپ کو باقر اس وجہ سے کہتے ہیں کہ بقر لغت میں شگافتن کے معنی میں آیا ہے۔ گویا علم کو شگاف کیا، اسکی تلاش کی، اس کی اصل کو پہچانا اور اس کی انتہا کو جانا۔ اور نیز وسعت اور کشادگی کے معنی میں بھی آیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا علم وسیع اور کشادہ تھا۔ آپ کی والدہ ام عبداللہ بنت حسن بن علی بن ابی طالب ہیں۔ اور باقر رضی اللہ عنہ پہلے علوی ہیں جن کے والد اور والدہ دونوں علوی تھے۔ اور تابعین میں سب سے بزرگ اور امام فایق کہ جن کی بزرگی پر تمام کا اجماع ہے اور مدینہ کے فقہا اور ائمہ میں سرفہرست۔ آپ نے حدیث سماعت کی جابر اور انس رضی اللہ عنہما سے اور تابعین کی ایک کثیر جماعت سے جیسے ابن میسّب، ابن حنفیہ، اور اپنے والد زین العابدین رضی اللہ عنہ سے۔ اور ان سے حدیث روایت کی ابواسحاق سبیعی، عطا بن ابی رباح اور عمر بن دینار اور اعرج نے کہ جو آپ سے عمر میں بزرگ تھے اور زہری اور دیگر تابعین اور بڑے بڑے اماموں نے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور بخاری اور مسلم نے صحیحین میں ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ مصعب بن زہری کے مطابق باقر رضی اللہ عنہ کی وفات مدینہ میں ہوئی سنہ ۱۱۴ھ میں اور یحیی بن معین نے کہا کہ سنہ ۱۱۸ھ میں انہوں نے وفات پائی اور مدایني نے سنہ ۱۱۷ھ لکھا ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ سال تھی، اور واقدی نے ۷۳ سال بتائی ہے۔ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ میں ان کے بیٹے جعفر صادق سے روایت کرتے ہیں کہ آپ بقیع میں مدفون ہوئے، اسی قبر میں جس میں آپ کے والد، والد کے چچا حسن بن علی مدفون ہوئے۔ اور ان کے بعد ان کے لڑکے جعفر صادق بھی اسی قبر میں دفن کئے گئے۔ اور تعجب ہے اس قبر کی شرف و کرامت پر اور یہ قبر ایک گنبد کے نیچے ہے بقیع میں کہ اس میں عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ اور باقر رضی اللہ عنہ کے کلام میں سے یہ کلام ہے کہ آپ نے فرمایا

کہ جس شخص کے دل میں خالص دین خدا آ گیا تو پھر وہ سب چیزوں سے جو ماسوائے خدا ہے بے نیاز ہو گیا۔ اگر تم حق کو فراموش کرو گے تو وہ تجھے یاد کرے گا اور اگر یاد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ایک بھائی تھا جس کا میری نظر میں بہت احترام تھا اور وہ چیز جس نے اسے میری نظر میں اور بھی محترم بنایا وہ یہ تھی کہ دنیا اس کی آنکھوں میں حقیر اور پست تھی۔ اور باقر رضی اللہ عنہ سے بہت سی احادیث روایت ہیں۔ بعض علما نے کہا ہے کہ میں نے کسی عالم کو علم کی رو سے کسی کے سامنے اتنا چھوٹا نہیں دیکھا جتنا کہ محمد بن علی باقر کے نزدیک۔ اور باقر رضی اللہ عنہ کی تین بیٹیاں تھی- ان میں ایک ام سلمہ تھی، دوسری زینب صغری جو کہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب کے نکاح میں تھیں اور ان کے چھ فرزندوں میں ایک ابوعبداللہ جعفر صادق تھے اور باقر رضی اللہ عنہ کی نسل انہیں سے باقی ہے۔ دوسرے عبداللہ جن کے تین بیٹے ہوئے اور ختم ہو گئے۔ تیسرے علی جن کی ایک لڑکی تھی۔ ان کے علاوہ زید اور عبیداللہ اور ابراہیم کہ یہ دونوں رنی ثقیفہ سے تھے اور بغیر کسی اولاد کے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اور نیز ان کا کلام ہے کہ سلاح اللیام قبیح الکلام یعنی لئیموں کے آلات جنگ ان کی بدزبانی ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ خود کو کسل اور ملال سے محفوظ رکھو کہ یہ دونوں صفتیں ہر برائی کی کنجی ہے۔ اور ائمہ اہل بیت میں ابوعبداللہ جعفر بن محمد صادق ہیں رضی اللہ عنھم۔ انہیں صادق اس لئے لقب دیا گیا کہ وہ اپنے گفتار میں سچے تھے چنانچہ ان کے نانا کہ ابوبکر ہیں رضی اللہ عنہ انہیں صدیق کہتے تھے۔ اور صدیق کا لقب انہیں فرزندان آدم میں سب سے افضل انسان کی جانب سے ہے، صلی اللہ علیہ وسلم کہ انہوں نے اسے جبرئیل سے سنا اور جبرئیل اسے خدا کی جانب سے لے کر آئے۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی عبداللہ کی والدہ ام مروہ بنت قاسم بن محمد ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں جو کہ مشہور ہیں۔ اور بزرگ تابعین میں سے ہیں۔ وہ اپنے عہد کے

فضلا میں سے تھے۔ روایت کیا ہے ان سے ان کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اور انہیں بھی تابعین اور اپنے عہد کے فضلا میں شمار کیا جاتا ہے، اور روایت کیا ہے ان سے زہری، نافع، عبیداللہ بن عمر وغیرہ نے، رضی اللہ عنہم۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ سادات اہل بیت میں سے تھے اور انہوں نے اپنے والد اور نانا قاسم بن محمد اور نافع اور عطا اور محمد بن المکدر وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ اور ان سے روایت کیا ہے مشہور اماموں نے مثلاً یحییٰ بن سعید انصاری اور ابوحنیفہ اور ابن جریج اور مالک اور محمد بن اسحاق اور ان کے لڑکے موسیٰ بن جعفر اور سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور شعبہ اور یحییٰ بن سعید القطان اور دوسرے بزرگوں نے، رضی اللہ عنہم اجمعین. اور امت نے ان کی امامت، بزرگی اور سیادت پر اتفاق کیا ہے۔ عمرو بن ابی المقدام کہتے ہیں کہ میں جب بھی جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک کو دیکھتا تو یقین ہو جاتا کہ وہ پیغمبر کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ میں سنہ ۸۰ھ میں اور وفات بھی مدینہ میں سنہ ۱۴۸ھ میں ہوئی۔ اور آپ کی عمر شریف ۶۸ سال تھی اور آپ بقیع میں دفن کئے گئے اسی قبر میں کہ جس میں ان کے والد، دادا اور ان کے پردادا آرام فرما ہیں۔ تعجب ہے اس قبر کی فضیلت اور ان بزرگوں کی بزرگی پر جو اس قبر میں آرام فرما ہیں۔ بخاری رحمہ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہیں کہ جعفر رضی اللہ عنہ کی ولادت سنہ ۸۰ میں ہوئی اور ان کی وفات ۱۴۸ھ میں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے بہت سے نفیس اقوال علوم توحید اور ان کے علاوہ دیگر علوم میں موجود ہیں۔ اور آپ کے شاگرد جابر بن حیان نے ایک کتاب تالیف کی جو ایک ہزار اوراق پر مشتمل ہے اور مختلف رسائل پر۔ ان کا مجموعہ ۵۰۰ رسالہ ہے اور یہی ہے یافعی کی تاریخ میں بھی اور کشف المحجوب میں کہتے ہیں کہ ائمہ مشائخ اہل بیت میں سنت کی تلوار اور طریقت کے جمال، اہل معرفت کی تعبیر کرنے والے اور ارباب صفا کے مزین کرنے والے جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ بلند مرتبہ، نیکو سیرت، ظاہر آراستہ اور باطن کے آباد کرنے والے تھے۔ اور تمام علوم میں ان

کے بہت سے عمدہ اشارات ہیں اور مشہور ہیں مشائخ رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان دقت کلام اور قوت معانی کے سبب۔ آپ کی بہت سی کتابیں اہل طریقت کے درمیان معروف ہیں۔ روایت کی رو سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے اللہ کو پہچان لیا اس نے اس کے ماسوا سے اعراض کر لیا۔ یعنی عارف غیر الہ سے منقطع اور مخلوق سے جدا اور دوست سے متصل ہوتا ہے اور غیر کو اس کے دل میں وہ مقدار نہیں ہوتا کہ اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ **لا یصح العبادۃ الا بالتوبۃ** یعنی عبادت بغیر توبہ کے درست نہیں ہوتی۔ خداوند سبحانہ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا اور توبہ مقامات کی ابتدا اور عبودیت اس کی انتہا ہے۔ خداوند سبحانہ نے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عبودیت کے ساتھ یاد کیا تو فرمایا **فاوحی الی عبدہ ما اوحی** اور کشف المحجوب میں ہے کہ میں نے حکایت میں یہ پایا کہ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اے ابن رسول اللہ مجھے نصیحت فرمائیے کہ میرا دل سیاہ ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان تو اپنے زمانے کا زاہد ہے تجھے میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے؟ انہوں نے کہا کہ اے فرزند پیغمبر! خدا نے آپ کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے اور سب کو نصیحت کرنا آپ پر واجب ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسلیمان میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے جد امجد صلی اللہ علیہ وسلم کا آمنا مجھ سے سوال نہ کرے کہ کیوں تو نے میری پیروی کا حق ادا نہیں کیا اور یہ کام صحیح نسب اور قوی معاملہ سے نہیں بلکہ بہتر معاملات سے ہے حق سبحانہ کے دربار میں اور پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ گریہ کرنے لگے اور فرمایا اے خدا وہ جس کی سرشت آب نبوت سے مخمر ہے اور جس کی طبیعت کی ترکیب اصل برہان اور حجت سے ہے، ان کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس کی ماں بتول ہیں، جب وہ اس قدر حیران ہے تو داؤد کون ہے کہ وہ اپنے معاملات میں تعجب کرنے والا نہ ہو۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی

روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آپ اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ان سے یہ فرما رہے تھے کہ آؤ تا کہ ایک دوسرے سے بیعت کریں۔ اور یہ عہد کریں کہ ہم میں سے جو بھی قیامت کے دن رستگاری حاصل کرلے وہ تمام لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت ہے؟ آپ کے جد امجد تمام مخلوق کے شفیع ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے ان افعال کی وجہ سے شرم کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اپنے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کروں۔ اور یہ تمام نفس کے عیوب کا مشاہدہ کرنا ہے اور یہ صفت کمال کے اوصاف میں سے ہے۔ اور تمام متمکن نے حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اسی طرح خود کو پیش کیا ہے انبیا، رسول اور ولیوں میں سے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اذا ارد اللہ بعبد خیر ابصرہ بعیوب نفسہ یعنی جب خدا اپنے بندہ کو خیر عطا کرتا ہے تو وہ اس کے نفس کے عیوب کو اس کے سامنے نمایاں کر دیتا ہے۔ اور جو اس کے سامنے تواضع اور بندگی کی وجہ سے سر جھکا لیتا ہے خداوند تعالیٰ اس کے ذکر کو دونوں جہان میں بلند کرتا ہے۔ اور اگر میں اہل بیت کے تمام مناقب کا شمار کروں تو یہ کتاب اس کی حامل نہیں ہوسکتی اور اس قدر کافی ہے اس قوم کی ہدایت کے لئے کہ جن کی عقل کا لباس فہم و ادراک ہے اس طریقت کے ارادتمندوں میں سے۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جسے بھی کوئی حادثہ یا سختی پیش آئے وہ پانچ مرتبہ ربنا کہے خدا تعالیٰ اسے اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے گا اور اس کی مرادوں کو پورا فرمائے گا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی ان فی خلق السمٰوات والارض سے فاستجاب لهم ربهم تک۔ آپ نے فرمایا کہ آپ ہمیشہ ربنا ربنا کا ورد کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ نے اسے قبول فرمالیا۔ اور سفیان ثوری سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن صادق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے وصیت فرمائیے ایسی وصیت جسے میں یاد رکھوں۔ پس آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے سفیان

جو شخص جھوٹا ہے اسے مروت نہیں ہوتی اور جو حاسد ہے اس سے راحت میسر نہیں ہوتی اور جو بد اخلاق ہے بادشاہوں میں وہ کسی کا بھائی نہیں ہوسکتا۔ میں نے کہا کہ آپ اور نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ اے سفیان خدا کے محارم سے پرہیز کر تا کہ تو عابد ہو سکے اور خدا کی تقسیم پر راضی ہوتا کہ تجھے مالدار بنا دے اور پڑوسی کے حق کو درست ادا کرتا کہ تو مسلمان بن سکے اور فاسقوں کے ساتھ صحبت مت رکھ کہ وہ تجھ پر فسق میں غالب آجائے اور مشورہ کر ان سے جو حق کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ میں نے کہا کہ اور نصیحت فرمائیے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے سفیان جو شخص عزت چاہتا ہے اور بغیر سلطنت کے ہیبت کا خواہاں ہے اس سے کہو کہ وہ نافرمانی کی ذلت سے طاعت کی عزت کی جانب رخ کرے۔ میں نے ان سے کہا کہ اور نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ جو بروں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ ہرگز سلامتی نہیں پاسکتا اور جو بری جگہ کا رخ کرتا ہے وہ متھم ہوتا ہے اور جس کا اپنی زبان پر قابو نہیں وہ شرمندہ ہوتا ہے۔ اور شیخ عبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ مشائخ صوفیہ میں حرف جیم کے آغاز میں لکھا ہے کہ جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہما کی کنیت ابو عبداللہ ہے وہ بلند اخلاق کے مالک ہیں ان کی جوانمردی ظاہر اور سب کی زبان پر ہے۔ قرآن کی اچھی سمجھ رکھتے تھے اور جو کچھ ان سے نقل کرتے ہیں وہ درست ہے اور پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ سے ایک حکایت یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ایک دن تشریف فرما تھے اور ان کے دائیں جانب ایک فقیر اور بائیں جانب ایک دوسرا فقیر بیٹھا ہوا تھا۔ ایک مالدار آپ کے پاس آیا اور آپ نے اسے سامنے بٹھایا۔ وہ مالدار اس فقیر کی برائی کرنا شروع کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ لوگ خدا کی بارگاہ کے سپاہی اور لشکر ہیں اور اگر رعیت اپنے بادشاہ کے سامنے بیٹھتی ہے تو اس میں کچھ عیب نہیں۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی حکایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہر وہ معرفت جس میں دوام کی شمولیت نہ ہو اور ہر وہ محبت جس کو دوام نہیں اس محبت کی موافقت نفس کا فریب ہے اور استدراج۔ پھر کہا شیخ

عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اس طبقہ کا علم یعنی طبقہ مشائخ صوفیہ رحمہم اللہ کا علم وہ علم ہے کہ اس علم سے قرن اول، دوم اور سوم کے اہل بیت مخصوص ہیں جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ تک۔ اور جعفر صادق کے بعد ہر وہ شخص جس نے فقرا کی صحبت اختیار کی وہ اپنے اقران کے اہل بیت میں سب پر سبقت لے گیا۔ پھر فرمایا شیخ ابوعبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جنید رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب نے ان امور میں جو کچھ اشارے فرمائے ہیں ان کے احوال کے تعلق سے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی بن ابی طالب ہیں رضی اللہ عنہ اور جعفر بن صادق رضی اللہ عنہ علم کثیر کے مالک ہیں دین اور زہد میں بلیغ اور دنیا اور ورع میں مکملا ورحکمت میں کامل۔ کچھ مدت مدینہ میں اقامت کی اور اپنے دوستوں اور محبت کرنے والوں کو علوم اسرار سے مستفید و مستفیض فرمایا۔ پھر عراق آئے اور کچھ مدت یہاں اقامت کی اور کبھی کسی سے خلافت کے تعلق سے نزاع نہیں فرمایا۔ وہ جو کہ دریائے معرفت میں غرق ہو وہ تفرقہ کے ساحل کی طمع نہیں کرتا اور جو حقیقت کی بلندی پر فائز ہوا سے نیچے آنے کا خوف نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ جس نے خداعز وجل کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دیدی اسے مخلوق سے کوئی خوف نہیں ہوتا۔ اور جس نے خدا کے علاوہ کسی اور سے محبت کی تو اسے وساوس نے غارت کر دیا۔ اور جب زید بن علی قتل کر دئے گئے تو اور انہیں پھانسی پر چڑھا دیا گیا تو ان کے بعد یحیٰ بن زید نے امامت کا دعوی کیا اور ایک کثیر جماعت ان کے ساتھ تھی۔ اور صادق رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ بھی اپنے والد کی طرح قتل کیے جائیں گے اور انہیں دار پر چڑھا دیا جائے گا۔ اور یہ خبر اس تک پہونچی اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ جعفر رضی اللہ نے خبر دی تھی۔ اور اس نے اپنے بعد تمام امور محمد اور ابراہیم عبداللہ بن حسن کے بیٹوں کے سپرد کر دیا۔ اور مدینہ کی جانب خروج کیا۔ ابراہیم بصرہ گیا اور بہت سے لوگوں کو اپنی جماعت میں شامل کرلیا۔ اور یہ دونوں بھی مارے گئے اور صادق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ ان پر گذرا اس بات کی خبر دے چکے تھے کہ ان

کے آبا و اجداد نے انہیں یہ بتایا کہ بنی امیہ لوگوں پر اس قدر دست درازی اور سرکشی کریں گے کہ اگر پہاڑ ان سے سرکشی پر آمادہ ہو تو وہ ان سے بھی سرکشی کو تیار ہوں گے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں اکثر کہا کرتے تھے جس کا مضمون یہ ہے کہ اے خدا تیرا شکر ہے اگر میں طاعت کروں اور تیرے لئے ہی حجت ہے اگر میں نافرمانی کروں۔ کسی کا فعل نیک نہیں اگر اس میں تیرا فضل شامل نہ ہو اور کسی کو حجت نہیں ہے برائی میں کیوں کہ یہ تیرے عدل پر منحصر ہے اور امام عالم عارف ابومحمد عبداللہ بن اسعد بن علی یافعی یمینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں سنہ ۱۴۸ کے واقعات کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ جعفر صادق امامیہ کے نزدیک ائمہ اثنا عشری میں ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا بیان اپنی جگہ آئے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ علم کثیر اور نہایت بردباری نے حامل تھے اور آپ کے فضائل اور آثار بیشمار ہیں۔ اور جعفر رضی اللہ عنہ کی نسل سے پانچ افراد باقی بچے۔ اسماعیل بن جعفر اور موسی بن جعفر اور اسحاق بن جعفر اور محمد بن جعفر وعلی بن جعفر۔ اور ان کی اولاد میں سے ایک عبداللہ بن جعفر افطح ہیں اور عبداللہ افطح اسماعیل کے بھائی ہیں۔ اور وہ صادق رضی اللہ عنہ کی سب سے بزرگ اولاد ہیں۔ اور والد کی وفات کے ۷۰ دن بعد وفات پائی۔ اور اسماعیل رضی اللہ عنہ اپنے والد کی زندگی میں ہی وفات پا گئے۔ ان کی قبر بقیع میں ہے۔ آپ کے والد آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے اور اسماعیل رضی اللہ عنہ کی والدہ اور ان کے بھائی عبداللہ کی ماں فاطمہ بنت حسین ہیں اور مصریوں کی روایت میں آیا ہے کہ اسمعیل بن جعفر اپنے باپ کی سب سے بزرگ اولاد ہیں اور ان کی وفات والد کی وفات سے قبل سنہ ۱۳۸ میں دس سال کی عمر میں ہوئی۔ اور بعض کے مطابق موسی کاظم رضی اللہ عنہ اپنے برادرزادہ محمد بن اسماعیل کے پاس جاتے تھے اور ان سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ اور محمد بن اسماعیل کی اولاد میں سے مصر میں امام ہیں اور اس کے اطراف میں ان کے بہت سے اقارب موجود ہیں اور ابوجعفر محمد بن

بن جعفر الصادق ملقب بہ دیباج سنہ ۲۳۰ھ میں جرجان میں وفات پائی اور مامون نے انہیں قبر میں اتارا۔ نہایت ہی عابد تھے۔ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔

اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم میں ابو ابراہیم یا ابوالحسن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق ہیں۔ ان کی والدہ ایک کنیز ہیں نام حمیدہ۔ کاظم رضی اللہ عنہ کی وفات جمعہ کے دن، ۵ رجب سنہ ۱۸۳ میں ہوئی اور ان کی عمر ۵۴ سال تھی۔ ان کی قبر بغداد میں مقابر قریش میں غربی جانب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ صالح، عابد، سخی، بردبار اور جلیل القدر تھے اور آپ عبد صالح سے جانے جاتے اپنے صلاح، عبادت اور اجتہاد کی وجہ سے۔ کہتے ہیں کہ دس سال تک آپ کا معاملہ یہ تھا کہ آپ ہر دن آفتاب کے سفید ہونے کے بعد سے زوال تک سجدہ کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ سخی اور کریم تھے۔ جب آپ کو کسی کی تکلف کی خبر ملتی تو آپ ہزار دینار اس کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اور آپ امامیہ کے نزدیک اثناعشری اماموں میں سے ایک ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ میں سکونت پذیر تھے پھر مہدی محمد بن ابی جعفر آپ کو بغداد لے کر آیا اور قید میں ڈال دیا۔ مہدی نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ یا محمد **فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الرض و تقطعوا ارحامكم**. اس آیت کا مضمون وعید ہے اس جماعت کے لئے جو کہ والی ہونے کے بعد فساد کرتے ہیں اور قطع رحم کراتے ہیں۔ ربیع کہتا ہے کہ مہدی نے اسی رات کسی کو میرے پاس بھیجا اور مجھے اس شخص کے بھیجنے کی وجہ سے ڈر پیدا ہوگیا۔ میں اس کے پاس آیا اور دیکھا کہ یہ آیت پڑھ رہا ہے۔ اور مہدی ایک خوش آواز تھا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لے کر آؤ۔ جب میں انہیں لے کر آیا تو اس نے ان سے معانقہ کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا اور کہا کہ اے ابوالحسن میں نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا ہے کہ یہ آیت میرے لئے پڑھ رہے ہیں۔ کیا آپ مجھے یقین دلا

سکتے ہیں کہ آپ مجھ پر یا میری کسی اولاد پر خروج نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ نہ میں نے کبھی ایسا کیا ہے اور نہ کروں گا۔ اور نہ یہ میری شان کے لائق ہے۔ اس نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا۔ پھر تین ہزار دینار انہیں دینے کا حکم دیا اور انہیں اپنے اہل و عیال کے پاس واپس بھیج دیا۔ ربیع کہتا ہے کہ میں نے اسی رات ان کے سفر کا ساز و سامان تیار کیا اور آپ صبح روانہ ہوگئے تاکہ کوئی رکاٹ سامنے نہ آجائے۔ اس کے بعد جب خلافت ہارون رشید کو ملی تو آپ کو بغداد لایا گیا اور اور قید کی حالت میں ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔ ہارون رشید سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ اسی وقت میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا حسین رضی اللہ عنہ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے میرے پاس آکر فرمایا کہ موسیٰ ابن جعفر کو چھوڑ دو ورنہ اسی خنجر سے میں تجھے ذبح کر دوں گا۔ جاؤ اور اسی چھوڑ دو اور تیس ہزار درہم انہیں دو اور ان سے کہو کہ اگر آپ یہاں رہنا پسند کرتے ہیں تو یہیں اقامت فرمایئے اور اگر مدینہ تشریف لیجانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں، اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جب موسیٰ کاظم ہارون کے پاس آئے جیسا کہ سے حکم ہوا تھا مال دیا۔ آپ نے ہارون سے فرمایا کہ میں خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اے موسیٰ تجھے ظلم کے ساتھ قید میں بند کر دیا گیا ہے۔ تم یہ کلمہ کہو کہ پھر تم قید میں کوئی رات نہیں گذارو گے۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ آپ فرمایئے کہ میں کیا کہوں آپ نے فرمایا کہ کہو **يا سامع كل صوت** ، اے ہر آواز کے سننے والے، اور **يا كاسي العظام لحما و منشزها بعد الموت** اور اے جسم پر گوشت کے بچھانے والے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کرنے والے **اسألك باسمائك الحسنى**، میں تجھ سے تیرے اچھے نام کے وسیلے سے **و باسمك الاعظم الاكبر المحزون المكنون الذى لم يطلع عليه احد من المخلوقين** اور تیرے عظیم اور کبیر نام سے جو دوسرے ناموں سے عظیم تر اور کبیر تر ہے اور جو پوشیدہ و پنہاں ہے

لوگوں کے علم سے اور کسی مخلوق کو اس کی اطلاع نہیں یا حلیما ذا اناۃ لا یعری عن اناتہ اے حلیم گرانبار کہ تو حلم کے لباس سے کبھی عاری نہیں ہوتا یا ذا المعروف الذی لم ینقطع ابدا ولا یحصی عددا اور اے خداوند احسان جو کبھی منقطع نہیں ہوتا اور شمار میں نہیں آتا تیرا احسان فرج عنی میرے کام میں کشاد پیدا کر۔ اور آپ رضی اللہ عنہ سے بہت سے اخبار اور نوادر مشہور ہیں۔ جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے اپنے فرزندوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے کہا کہ یہ میرے فرزند ہیں اور یہ یعنی موسی کاظم ان میں سب سے بہترین ہیں اور آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جہاں سے وہ اس امت کے لئے غوث پیدا کرتا ہے اور اس امت کے بہترین فرزند۔ اور مامون اپنے باپ ہارون سے روایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس نے اپنے بیٹوں سے موسی جعفر رضی اللہ عنہ کے تعلق سے کہا کہ یہ تمام لوگوں کے امام ہیں اور مخلوق پر خدا کی حجت ہیں اور بندوں کے لئے اس کا خلیفہ۔ ظاہرا میں امام جماعت ہوں اور یہ غلبہ اور قہر کی وجہ سے ہے۔ لیکن اے میرے بیٹے خدا کی قسم حقیقت میں وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے لائق ہیں۔ اور کہا رشید نے مامون سے کہ اے میرے بیٹے یہ پیغمبروں کے علم کے وارث ہیں ابن موسی بن جعفر بن محمد رضی اللہ عنہم۔ اگر تم صحیح علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان سے طلب کرو۔ مامون نے کہا کہ اس کے بعد ان کے محبت کا درخت میرے دل میں بیٹھ گیا اور اولاد موسی بن جعفر کی نسل میں کہ جنہیں موسوی کہتے ہیں ۱۴ افراد ہیں۔ علی رضا بن موسی، ابراہیم بن موسی، عباس بن موسی، اسماعیل بن موسی، محمد بن موسی، عبداللہ بن موسی، عبیداللہ بن موسی، جعفر بن موسی، حمزہ بن موسی، زید بن موسی، ہارون بن موسی، اسحٰق بن موسی، حسن بن موسی اور حسین بن موسی اور حسین بن موسی ام ولد سے تھے اور ان سے کوئی اولاد باقی نہیں رہی۔ اور ان کے بیٹوں میں جنہوں نے اپنے پیچھے کسی کو نہیں چھوڑا اسلیمان، عبدالرحمٰن، فضیل، احمد، عقیل، قاسم یحیی اور داؤد ہیں۔ اور کاظم

رضی اللہ عنہ کی اولاد میں کل ۵۹ افراد تھے لڑکے اور لڑکیوں پر مشتمل۔ ان میں ۳۷ لڑکیاں اور ۲۲ لڑکے بچوں کے علاوہ۔ ان کی بیٹیوں میں ایک آمنہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی قبر مصر میں ہے، **دوسری فاطمہ ان کی قبر قم میں ہے۔ امام رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو بھی اس فاطمہ کے قبر کی زیارت کرے گا اس کے لئے بہشت لازم ہے۔** اور موسی کاظم کی کنیت ابوالحسن اور کے مطابق ابو ابراہیم ہے اور ان کی قبر بغداد میں مشہور ہے اور ان کے قید کئے جانے کی جگہ بھی یہی ہے اور آپ رضی اللہ عنہ بڑی فضیلت والے، بخشش کرنے والے اور ڈرنے والے تھے اور خود کو خدا کے سپرد کر رکھا تھا اور کہتے ہیں کہ ان کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ تعجب ہے اس شخص پر جس کے پاس موسی بن جعفر کی جانب سے تھیلی پہونچے اور پھر وہ فقر اور قلت کی شکایت کرے۔

اور ائمہ اہل بیت میں سے ایک ابوالحسن علی بن موسی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ رضا کے نام سے معروف ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ میں ہوئی جمعرات کے دن ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۵۳ھ میں ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی وفات کے پانچ سال بعد۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی ولادت جمعہ کے دن ہوئی مدینہ میں سنہ ۱۵۳ھ کے کسی مہینہ میں۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۷ شوال اور بعض ۸ شوال اور بعض سنہ مذکورہ میں شوال کی ۶ تاریخ بتاتی ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی ولادت ۱۵۶ھ میں ہوئی۔ رضا رضی اللہ عنہ کی وفات طوس کے ایک گاؤں میں جسے سنایاباد کہتے ہیں ہوئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نوقان کے کسی قریہ میں ہوئی۔ اور انہیں دفن کیا گیا دار حمید بن قحطبہ طائی میں اسی قبہ میں جس میں کہ ہارون رشید مدفون ہے قبلہ کی جانب۔ ان کی مدت حیات ۴۹ سال اور ۶ مہینہ تھی۔ ان میں ۲۹ سال اور ۲ مہینے اپنے والد کے ساتھ گذاری اور پھر والد کے انتقال کے بعد ۲۰ سال اور ۴ مہینے امام کی حیثیت سے بسر کئے۔ اور آپ ۲۰ سال اور دو مہینے کے تھے تبھی ولایت کی ذمہ

داری سنبھالی اور آپ کی امامت کی مدت کے دوران ہارون رشید کا باقی حصہ اور پھر ہارون کا بیٹا محمد امین بن زبیدہ تین سال اور پچیس روز بادشاہ تھا۔ اس کے بعد امین کو معزول کر دیا گیا اور اس کے چچا ابراہیم کو ۱۴ دن کے لئے سریر سلطنت پر بٹھایا گیا۔ پھر امین کو قید سے نکالا گیا اور دوبارہ تخت پر بٹھایا گیا اور پھر اس نے ایک سال چھ مہینہ اور تین دن تک حکومت کی۔

اور رضا رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جنہیں ان کی والدہ حمیدہ نے خرید کیا تھا۔ وہ اشراف عجم اور عقل و دین کے لحاظ سے بہتریں عورتوں میں تھیں۔ اور وہ اپنے مالک حمیدہ کی بہت عزت کیا کرتی تھیں کہ ہرگز ان کے سامنے صرف اس خیال سے نہیں بیٹھتی تھیں کہ انہوں اسے خریدا تھا۔ اور رضا اپنی والدہ کا دودھ کثرت سے پیا کرتے تھے پس آپ کی والدہ نے عرض کیا کہ ہماری مدد کیجئے اور ایک اور دودھ پلانے والی مجھے دیجئے۔ ان سے کہا گیا کہ کیا آپ کا شیر کم ہو گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ایسا نہیں بلکہ میرے اپنے اوراد، نماز اور تسبیح میں کمی ہو رہی ہے اور رضا رضی اللہ عنہ کی والدہ نوبیہ تھیں کہ ان کے مولا اہل مغرب سے تھے۔ اور ان کے بہت سے نام تھے مثلاً اروے، نجمہ، سمانہ اور ام البنین اور بالآخر ان کا نام تکتم قرار پایا۔ ام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میں اپنے بیٹے علی کے وقت حاملہ ہوئی تو میں نے خود میں کوئی گرانی محسوس نہیں کی اور خواب میں ان تسبیح وتہلیل کو میں سنا کرتی تھی جو میرے شکم سے آواز آتی تھی۔ اس کو دیکھ کر مجھ پر خوف طاری ہو جاتا اور جب میں بیدار ہوتی تو کچھ نہیں سنتی تھی۔ اور جب میں نے انہیں پیدا کیا تو وہ ہاتھ کو زمین پر رکھے ہوئے اور سر آسمان کی جانب کئے ہوئے پیدا ہوئے اور اپنے لبوں کو جنبش دے رہے تھے گویا باتیں کر رہے ہوں۔ پس ان کے والد آئے اور فرمایا کہ مجھے مبارک اور سازگار ہو اور تجھے پروردگار نے جو بزرگی دی۔ پھر میں نے انہیں ان کے والد کے حوالہ کیا۔ انہوں نے ان کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور میٹھا پانی طلب کیا اور اس کے

ذریعہ انہیں صاف ستھرا کیا۔

امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور امیر المومنین علی رضی اللہ ان کے ساتھ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے علی تیرا بیٹا خدا عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے اور اس کی حکمت سے بولتا ہے اور صحیح اجتہاد کرتا ہے اور غلط راہ پر نہیں چلتا اور کوئی چیز اس سے نادانستہ نہیں ہے۔ اس کی پرورش حکمت کے ذریعہ ہوئی ہے اور درمیان خواب یہ دو کلمہ بھی آیا کہ **العمامة سلطان الله والعصا قوة الله** یعنی علما کا دستار سلطنت الٰہی کا محل ظہور ہے اور ان کے عصا اللہ تعالیٰ کی قوت کے مظہر۔ اور امام موسیٰ کاظم سے روایت ہے کہ فرمایا کہ علی میرا سب سے بزرگ لڑکا اور میرے حکم کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والا ہے اور جو بھی اس کی اطاعت کرے گا وہ صحیح راہ پر ہوگا۔ اور امام رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے کوئی بھی اگر عبادت کرتا تو وہ اس وقت تک متعبد نہیں کہلاتا تھا جب تک کہ دس سال تک وہ سکوت اختیار نہیں کرتا تھا۔ اور ان کے فضائل اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار کیا جائے۔ اور جب مامون نے چاہا کہ علی بن موسی رضا کی بیعت کے وسیلہ سے خدا اور رسول خدا کی نزدیکی حاصل کرے* تو رجاء بن ابی الضحاک اور سرخادم کو خراسان بھیجا تا کہ وہ محمد بن جعفر بن محمد اور علی بن موسی رضا کو ان کے پاس لے کر آئے اور یہ سنہ ۲۰۰ کا واقعہ ہے۔ جب رضا رضی اللہ عنہ مامون کے پاس آئے تو مامون اس وقت مرو میں تھا۔ اس نے آپ کو خلافت کا عہدہ پیش کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ میں خدا کی بندگی پر فخر کرتا ہوں اور ترک دنیا، زہد وغیرہ کے ذریعہ خدا کے نزدیک بلند مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مامون نے ہر چند خلافت قبول کرنے کی درخواست کی لیکن آپ

---

* یہاں ہمیں اس بات سے اتفاق نہیں ہے یہ مامون کی ایک چال تھی سادات کو خوش کرنے کے لیے اور اُسی نے زہر دے کر امام رضا کو شہید کیا تھا۔

نے انکار فرمادیا۔ آپ کہتے تھے کہ اے خداوندا تیرے عہد کے علاوہ کوئی اور عہد نہیں اور کوئی ولایت نہیں تیری قربت کے سوا۔ تو مجھے دین حق کے قائم رکھنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ بیشک تو ہی دوست اور تو ہی مدد کرنے والا، تو ہی اچھا دوست اور اچھا دوست عطا کرنے والا ہے۔ پھر مامون نے کہا کہ اگر آپ خلافت قبول نہیں فرماتے ہیں تو میرا ولیعہد ہونا تسلیم کر لیجئے۔ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے میرے آباواجداد نے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے قبل اس دنیا سے مظلوم کی صورت میں رخصت ہوں گا اور آسمان وزمین کے فرشتے میرے حال پر روئیں گے اور ایک اجنبی جگہ دفن کیا جاؤں گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ولیعہدی کو روتے ہوئے اور غمناک صورت میں قبول کر لیا اس شرط کے ساتھ کہ وہ کسی کو ولایت نہیں دیں گے، معزول نہیں کریں گے اور دور سے ہی جو کچھ مسلمانوں کی صلاح میں ہوگا اشارہ فرمائیں گے اور اس امر میں اس طرح وہ ہوں گے کہ گویا اس سے خارج ہیں۔ مامون اس پر بھی راضی ہو گیا اور انہیں اپنا ولیعہد بنایا اور خاص وعام سے ان کے لیے بیعت لی اور لشکر کے لیے یکسالہ رزق کا حکم دیا اور اس قضیہ کو تمام عالم میں لکھا گیا اور ان کا نام رضا رکھا اور درہم و دینار ان کے نام سے سکہ کرائے اور لوگوں کو سبز لباس پہننے کا حکم دیا اور سیاہ لباس ترک کر دیا۔ اور اپنی لڑکی ام حبیب کو ان کے نکاح میں دیا اور دوسری لڑکی ام الفضل کو محمد بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیا اور توران بنت حسن بن سہل کو خود اپنے نکاح میں لیا اور یہ تمام واقعہ ایک ہی دن پیش آیا۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ مامون نے عباس کی اولاد میں سے مردوزن، چھوٹے بڑے جو تقریباً ۲۳ ہزار لوگ تھے اپنے پاس بلایا اور وہ اس وقت شہر مرو میں تھا اس نے اپنے خاص لوگوں کو بھی جمع کیا اور انہیں بتایا کہ میں نے علی اور عباس رضی اللہ عنہما کی اولاد کو دیکھا لیکن کسی کو بھی میں نے اس وقت رضا رضی اللہ عنہ سے فاضل تر اور خلافت کے لائق نہیں پایا لہٰذا اس نے اس کی اتباع کی اور حکم دیا سیاہ لباس اور سیاہ علم کے ختم کرنے

اور انہیں سبز رنگ میں تبدیل کرنے کا۔ امام یافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رضا رضی اللہ عنہ اثنا عشری اماموں میں سے ایک ہیں اور آل علی بن ابی طالب میں صاحب مناقب کہ امامیہ خود کو ان سے منسوب کرتے ہیں اور اپنے مذہب کی بنیاد ان پر رکھی ہے اور کہتے ہیں کہ جب امیر محمد امین مخلوع ہوا اور عبداللہ مامون نے اس کی جگہ لی تو اس نے رضا رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا اور انہیں خراسان آنے کی دعوت دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تعلل اختیار کیا پس مامون ہمیشہ انھیں خط لکھتا رہا یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا کہ مامون بغیر اس کے نہیں مانے گا تو آپ ضرورت کے تحت وہاں سے خراسان کے لیے نکلے۔ اس وقت ابوجعفر محمد بن رضا رضی اللہ عنہ سات سال کے تھے۔ پس آپ بصرہ، اہواز اور فارس کے راستے مرو آئے۔ مامون نے خلافت اور امارت آپ کو عطا کی۔ آپ نے قبول نہیں کیا اور اس معاملہ میں تقریباً دو مہینہ آپ دونوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ نے ولی عہد بننا قبول کیا اس شرط پر کہ آپ کوئی بھی امر و نہی کا حکم صادر نہیں کریں گے۔ مامون نے اپنے لشکر، سپہ سالاروں اور اولاد عباس کو اس قرار کو تسلیم کرنے کو کہا۔ ان لوگوں نے پریشانی کا اظہار کیا، مامون نے بہت سارا مال ان پر نثار کیا یہاں تک کہ سبھی اس پر راضی ہو گئے سوائے تین لوگوں کے۔ جلودی، علی بن عمران اور ابن موسیٰ، پس ان تینوں کو قید میں ڈال دیا اور حضرت رضا سے بیعت کی۔ اور یہ ۲ رمضان سنہ ۲۰۱ ھ میں واقع ہوا۔ اس کے بعد مامون نے رضا رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا ولیعہد اور اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا اور اس نے اپنے لشکر کو سیاہ لباس ترک کرنے اور سبز لباس کے پہننے کا حکم دیا۔ اور اس حکم کو تمام شہر اور تمام عالم میں شائع کرایا اور ان کے نام سے درہم و دینار چلائے اور منبروں پر ان کے نام کے خطبے پڑھے۔ اس امر کی اشاعت و ترویج میں مامون نے بہت سے مال خرچ کئے۔ **ابوجعفر محمد بن علی رضا رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ کے والد کا نام مامون نے رضا اس وجہ سے رکھا کہ انہوں نے اس کا ولیعد بننا قبول فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا**

نہیں ہے بلکہ ان کا نام، اللہ نے رضا رکھا کیوں کہ یہ آسمان میں مرضی خدا تھی اور زمین میں مرضی رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور وہ اپنے آباؤ اجداد کے درمیان میں جو کہ گزر چکے ہیں اس نام سے مخصوص ہوئے کیوں کہ ان سے ان کے مخالفین اسی طرح راضی ہوئے جیسے کہ موافقین۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم جب آپ کو بلاتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ بلاؤ میرے اس بیٹے کو جس کا نام رضا ہے اور جب ان سے مخاطب ہوتے تو فرماتے اے ابوالحسن۔ اور ابو مسلم صاحب الدولہ اور ان کے حامی لوگوں کو خدا کی طرف آنے اور انہیں سنت رسول پر عمل کرنے اور آل محمد میں رضا رضی اللہ عنہ کی جانب اور عدل وحق پر عمل کرنے اور طاقتور سے ضعیف کے لیے مواخذہ لینے کی جانب دعوت دیتے تھے۔ اور جب عید کا دن آیا اور رضا رضی اللہ عنہ کے عہد ولایت کی بیعت ہوئی تو مامون نے آپ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ آپ نماز عید کے لیے تیار ہوں اور امامت فرمائیں اور ان کے لیے خطبہ پڑھیں۔ رضا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان کیا شرط تھی۔ شرط یہ تھی کہ اس معاملہ میں میں دور سے ہی حکم دوں گا اور میں نہیں آؤں گا اس امر میں مگر اس طرح جیسے کہ کوئی باہر سے آیا ہے۔ امامت کے ذمہ سے مجھے معاف فرماؤ۔ مامون نے کہا کہ میرا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ لوگوں کا دل اس امر پر قوی ہو جائے اور وہ آپ کے فضل کو پہچانیں۔ اور ہمیشہ رسول اس امر میں درمیان میں آتے جاتے رہے۔ اور جب مامون کا اصرار حد سے گذر گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس امر میں معاف کر دیں گے اور اس خیال کو دل سے نکال دیں گے تو بہتر ہوگا۔ ورنہ میں پھر اسی طرح باہر آؤں گا جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تھے۔ مامون نے کہا کہ آپ اسی طرح تشریف لائیے جیسا کہ آپ چاہتے ہیں۔ پس سپاہ اور لشکر کو حکم دیا کہ صبح امام رضا کے لے جانے کا انتظام کریں۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ امام رضا رضی اللہ عنہ کے دیدار کے لیے گلیوں اور چھتوں پر نکل آئے۔ عورتیں، بچے ان کے آنے کے انتظار میں جمع ہوئے اور سپاہی اور لشکر ان کے دروازے پر جمع ہوئے۔ اپنی سواری

اور جانوروں پر سوار کھڑے تھے تا کہ آفتاب طلوع ہو جائے اور امام رضا رضی اللہ عنہ کو لے کر جائیں۔ امام رضا رضی اللہ عنہ نے علم نکالا، اپنے کپڑے پہنے اور سفید عمامہ اپنے سر پر رکھا اور عمامہ کے ایک سرے کو اپنے سینے پر رکھا اور دوسرے سرے کو دونوں شانوں کے درمیان اور خوشبو لگائی اور اپنے موالی کو حکم دیا کہ سبھی اسی طرح کریں جیسا کہ انھوں نے کیا ہے۔ تمام لوگ اسی وضع میں ان کے سامنے آئے۔ پھر برہنہ پا اور ازار نصف ساق تک اور چھوٹے کپڑوں میں گھر سے نکلے اور کچھ دور چلے پھر آسمان کی جانب سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ ان کے موالی نے بھی ان کی تقلید میں تکبیر کہی۔ پھر دس قدم آگے گئے یہاں تک کہ دروازہ پر پہنچے اور کھڑے ہو گئے۔ جب سپاہیوں اور لشکر نے ان کو اس طرح دیکھا سبھی زمین پر گر پڑے اور رضا رضی اللہ عنہ کے نعرے لگانے لگے۔ عوام بھی ان کی موافقت میں نعرے لگانے لگے۔ راوی کہتا ہے کہ ایسا لگ رہا تھا جیسے کہ آسمان اور دیواریں اس کا جواب دیں گی اور لوگوں کے گریہ وفریاد سے ہلنے لگے۔ یہ خبر مامون کو پہنچی۔ مامون کے وزیر سہل بن فضل نے مامون سے کہا کہ اے امیر المومنین اگر امام رضا رضی اللہ عنہ اس حال میں مصلی تک گئے تو عوام ان کے دیوانے ہو جائیں گے اور ہم سبھی کا انجام بہتر نہیں ہوگا۔ پھر مامون نے کسی کو ان کے پاس بھیجا کہ میں نے آپ پر ظلم کیا اور آپ کو پریشانی میں ڈال دیا۔ اب میں نہیں چاہتا کہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچے لہٰذا آپ لوٹ جائیے تا کہ امامت کر سکے وہ شخص جو اب تک ان کی امامت کرتا رہا ہے۔ پھر رضا رضی اللہ عنہ نے موزہ پہنا اور سوار ہوئے اور وہاں سے لوٹ گئے۔ لوگوں میں اختلاف عظیم رونما ہو گیا اور ان کی بات ماننے کو تیار نہیں ہوئے۔ روایت ہے صادق رضی اللہ عنہ سے اور وہ اپنے باپ کاظم اور دادا صادق رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہ وہ یعنی صادق کہیں جا رہے تھے اور ان کے ساتھ ایک مالدار قوم تھی۔ صادق نے ان لوگوں کو خبر دی کہ یہاں ایک ایسی قوم ہے کہ جو لوگوں کا راستہ روکتی ہے۔ وہ لوگ ڈر گئے اور اس طرح ڈرے کہ ان کے کندھے کے گوشت کے ٹکڑے خوف کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ صادق نے پوچھا کہ اے قوم

تمہیں کیا ہوا کہ اس قدر ڈر رہے ہو اور کانپ رہے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ بہت سارا مال ہے۔ میں اپنے مال کی وجہ سے ڈر رہا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسے لے لیں اور ہمیں جانے کا راستہ نہ دیں۔ اگر آپ ہمارا مال لے لیں تو ہوسکتا ہے کہ وہ اس خیال کو ترک کردیں کہ یہ مال آپ کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ وہ ہم پر حملہ کردے اور ہمارے علاوہ کسی اور کا قصد نہ کرے۔ ان لوگوں نے کہا کہ پھر کیا کریں۔ اس راستے میں اس مال کو دفن کردیتے ہیں اور پھر چلتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو مال کو ضائع کرنے کی بات ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اس مال کے بارے میں جان لے اور اسے حاصل کرلے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم اس جگہ کو فراموش کردو اور پھر اسے تلاش نہ کرسکو۔ انھوں نے کہا کہ پھر کیا کریں آپ ہی میری رہبری فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مال کو کسی کے پاس امانت رکھدو کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور جو بھی اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے اسے روکے۔ وہ ان اموال کو ترتیب دے اور اس میں اضافہ کرے اور اور ایک درہم کو دینار سے بھی زیادہ کردے، پھر اس مال کو تمھیں لوٹادے اور زیادتی کے ساتھ لوٹائے جب تم اس کے ضرورتمند ہو۔ اس نے کہا کہ وہ شخص جو کہ ایسا ہو کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ پروردگار جہان ہے۔ انہوں نے پوچھا کہ آخر اس کے پاس دا سے کیسے امانت رکھیں؟ آپ نے فرمایا کہ صدقہ کرو اس مال کو کمزور مسلمانوں کے لئے۔ انھوں نے کہا کہ اس جگہ ہمیں کمزور مسلمان کہاں ملیں گے کہ انہیں صدقہ کریں؟ آپ نے فرمایا کہ نیت کرو اور پختہ ارادہ کرو کہ اس مال کے ایک تہائی حصہ کو صدقہ کروگے تاکہ اللہ تعالی اس باقی حصہ کی بھی حفاظت کرے اس شخص سے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے نیت کرلی۔ آپ نے فرمایا کہ اب تم خدا کی حفاظت میں ہو۔ جب وہ لوگ اس جگہ سے گذرے تو راہزن سے ان کا سامنا ہوا۔ وہ قوم ڈر گئی۔ صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر تم کیوں اس قدر ڈر رہے ہو، تم اب خدا کی امان میں ہو۔ راہزن ان کے سامنے آئے اور سواری سے اترے اور صادق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بوسہ دیا

اور کہا کہ کل رات میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ ہم خود کو آپ کے حضور میں پیش کریں۔ اب میں آپ کی خدمت میں ہوں تاکہ دشمنوں اور راہزنوں کو آپ سے دفع کریں۔ صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں تمھاری حفاظت کی ضرورت نہیں کیوں کیہ وہ خدا جو تمھاری حفاظت کرتا ہے وہ میری بھی حفاظت کرے گا۔ پھر تمام لوگوں نے صحیح وسالم راستہ طے کیا اور تمام مال کے تہائی حصہ کو صدقہ کردیا اور ان کے تجارت میں برکت ہوئی اور ایک کا دس گنا انہیں فائدہ ملا۔ انہوں نے کہا کہ کتنی عظیم برکت ہے۔ صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تمہیں خدا کے معاملات میں برکت کا پتہ چلا، اب تم ہمیشہ اسی پر قائم رہنا۔ اور ابوا لصلت عبدالسلام بن صالح بن سلیمان ہروی کی سند سے روایت ہے کہ کہا کہ میں علی بن موسی رضا کے ساتھ اس وقت جب انہوں نے نیشاپور سے رحلت فرمائی۔ اور آپ سفید استر پر سوار تھے اور احمد بن حرب اور یحیی بن یحیی اور اسحاق بن راہو یہ آپ کی سواری کی لگام پکڑے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے آپ سے کہا کہ اپنے آباء واجداد کے لئے ہمیں وہ حدیثیں سنایئے جو آپ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں۔ پس امام رضا رضی اللہ عنہ اپنے سر مبارک کو کجاوہ سے باہر نکالا اور روایت کیا ان اسناد کی بنیاد پر جو انہیں اپنے آبا واجدا سے حاصل تھیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے جبرئیل سے سنا کہ اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے اس خدا عز وجل سے کہ وہ کہتا ہے **انی انا الله لا اله الا انا فاعبدونی** بیشک میں ہی خدا ہوں اور میرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں پس میری عبادت کرو، **من جاء منکم بشهادة ان لا اله الا الله بالاخلاص دخل حصنی و من دخل حصنی امن من عذابی***

*یہ حدیث سلسلۃ ذھب کہلاتی ہے اور اس کی سند ہے امام رضا نے امام کاظم سے انہوں نے امام جعفر صادق سے انھوں نے امام محمد باقر سے انہوں نے امام زین العابدین سے انہوں نے امام حسین سے انھوں نے حضرت علی سے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کری۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ سند اگر کسی مجنون پر پڑھ دی جائے تو وہ شفایاب ہوجائے۔ (طبقات حنابلہ)

تم میں سے جس نے بھی اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دی وہ میری حفاظت میں آ گیا اور جو میری حفاظت میں آ گیا وہ میرے عذاب سے ایمن ہو گیا۔ اور ایک روایت میں ہے **لاالـه الاالـلـه حـصني فمن دخل حصني امن من عذابي والاخلاص ان يحجره هذاالقول عما حرم الله تعالي** اور اخلاص اس شہادت میں یہ ہے کہ یہ کلمہ اس کے کہنے والے کو اس چیز سے باز رکھتا ہے جسے اللہ تعالی نے حرام کیا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ جب سواری گذر گئی تو آواز آئی اس شہادت کے شرائط کی آپ نے فرمایا کہ میں بھی اس کلمہ کی شرائط کا حصہ ہوں۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس کلمہ کے شرائط میں اس چیز کا اقرار کرنا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ امام ہیں۔

اور امام عبدالکریم بن محمد سمعانی نے کتاب انساب میں بیان کیا ہے کہ ابوالصلت عبدالسلام بن صالح بن سلیمان ہروی عبدالرحمٰن بن سمرہ کے غلام نے حماد بن زید، مالک بن انس، سفیان بن عینیہ وغیرہ کو پایا اور صاحب زہد تھا۔ مامون کے زمانے میں مرو آیا۔ مامون نے جب اس کا کلام سنا تو اسے اپنے برادران خاص میں شامل کر لیا اور ابوالصلت رد کرتا تھا مذاہب باطلہ کی مثلاً مرجیئہ، جہمیہ، زنادقہ وقدریہ اور تشیع میں مشہور تھا۔ اور احمد بن سیار مروزی کہتے ہیں کہ میں نے اس کے ساتھ مناظرہ کیا میں اس میں غلو اور افراط نہیں پایا۔ اور اصحاب رسول کا نام سوائے نیکی کے نہیں لیتا تھا۔ اور کہتا تھا کہ یہ ہے میرا مذہب جو میرے اور خدا کے درمیان ہے۔ اور یحیی بن معین کہتے ہیں کہ ابوالصلت سچا ہے اور اہل ثقات میں سے ہے اس کی وفات شوال سنہ ۲۳۶ھ میں ہوئی۔ اور انساب میں آیا ہے کہ ابوحاتم بن حیان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ابوالصلت عبدالسلام کہ جنہوں نے روایت کیا ہے ابومعاویہ اور واعمش اور مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے **انـا مـدينه العـلـم و عـلـي بابها فمن اراد المدينه فليات من قبل الباب** یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کے دروازہ ہیں اور جو بھی شہر میں داخل ہونا چاہے اس سے کہو کہ وہ دروازہ کی راہ سے آئے۔ اور نیز انساب میں کہا گیا ہے کہ رضا علی بن موسی رضی اللہ عنہما اہل علم وفضل میں سے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات سنہ ۲۳۰ کے آخری دنوں

میں ہوئی اور انہیں انار کے پانی میں زہر دیا گیا اور انہیں جبراً پلایا گیا۔

اور امام یافعی کی تاریخ میں مذکور ہے کہ رضا رضی اللہ عنہ کی وفات ۵؍ذی الحجہ اور بعض کے مطابق ۱۳؍ذی القعدہ ۲۰۳ھ میں واقع ہوئی۔ بعض کا کہنا ہے کہ صفر کے آخری دنوں میں ۲۰۲ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ نماز پڑھی ان پر مامون نے* اور دفن کیا انہیں ان کے والد رشید کی قبر کے پہلو میں۔ اُن کی وفات کے اسباب میں سے ہے کہ انہیں زہر دیا گیا تھا۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن مامون نے علی رضا رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی اولاد ہمارے جد عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق کیا کہتی ہے۔ علی رضاؑ نے فرمایا کہ اس کے متعلق کیا کہیں گے کہ اللہ نے فرض قرار دیا ہے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری تمام مخلوق پر اور حکم دیا پیغمبر صلی اللہ نے اپنے چچا کی تعظیم اور ان کے ادب کرنے کا۔ پس حکم دیا مامون نے اور ہزار ہزار درہم رضا رضی اللہ عنہ کو دیا۔ اور رضا رضی اللہ عنہ کے اقوال میں سے ہے کہ جو بھی ہم میں سے نیکی کرے گا اسے اس کا دوگنا ثواب ملے گا اور جو برا کام کرے گا اسے اس کا دوگنا عذاب ملے گا۔ ہم میں سے جو بھی خدائے عز وجل کی اطاعت نہیں کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اے لوگو جب تم خدا کی عبادت کرو گے تو ہم میں سے ہو کہ ہم اہل بیت پیغمبر ہیں اور نوح علیہ السلام کے بیٹے کو خدائے تعالیٰ نے اہل نوح کی جماعت سے باہر کر دیا صرف اس کی نافرمانی کی وجہ سے۔ سچ یہ ہے کہ نہیں ہے خدا عز وجل اور کسی اور کے درمیان قرابت اور نہیں پائے گا کوئی اس کی ولایت کو مگر اس کی طاعت کی وجہ سے اور بیشک فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی عبدالمطلب سے کہ تم میری طرف آؤ میرے اعمال کی وجہ سے نہ حسب ونسب کے اعتبار سے۔ ہم اہل بیت ہیں اور ہمارا حق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہے۔ پس جو شخص رُسول خدا سے حق پاتا ہے اور لوگوں کو اپنی طرف سے حق ادا نہیں کرتا اس کا کوئی حق نہیں بنتا۔ نیز ایک شخص نے حضرت رضا سے کہا کہ آپ سے زیادہ شریف کوئی اور روئے زمین پر نہیں ہے آپ کے آبا و اجداد کی وجہ سے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے آبا و اجداد کو تقویٰ نے شریف بنایا۔

* صحیح یہ ہے کہ آپ کی نماز جنازہ امام تقی جواد نے پڑھی تھی۔

ذکرامام محمد جواد تقی علیہ السلام

اور ایمہ اہل بیت میں ابوجعفر محمد جواد بن علی رضا ہیں رضی اللہ عنہم ۔امام رضا کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام محمد جواد ہے صاحب قبہ بغداد۔اور انہیں ابوجعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔اثناعشری شیعہ کے امام تھے اور آپ کا لقب تقی ہے اور قبر بغداد میں ہے اور موسی کاظم کی قبر کے ساتھ ایک ہی گنبد کے نیچے۔ مامون نے ان سے اپنی لڑکی ام الفضل کا نکاح کیا۔آپ انھیں مدینہ لے کر آئے۔ مامون ہر سال ہزاروں درہم انہیں بھیجتا اور ان کی تعظیم کرتا۔آپ نے سنہ ۲۲۰ میں وفات پائی ۔ اور آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔اور نماز پڑھی آپ پر واثق ابوجعفر ہارون بن المعتصم محمد بن ہارون رشید نے۔اور جواد کی والدہ ایک کنیز تھیں ان کا نام خیزران تھا۔روایت ہے کہ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک کنیز کو آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لیا تھا۔عبدالملک بن مروان نے اس بابت کچھ لکھ کر ان کے پاس بھیجا اور اس کی ملامت کی۔ زین العابدین رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا:

امابعد۔تیرالکھا ہوا میرے پاس پہنچا اور اس میں جو کچھ تو نے میرے متعلق لکھا ہے معلوم ہوا۔تو نے لکھا ہے کہ میں نے کفو کو ترک کیا ہے۔قریش میں سے جسے بھی میری دامادی کے لیے آمادہ کیا جائے کہ شریف اولاد پیدا ہو۔تو جان لو کہ رسول خدا سے برتر بزرگی اور کرم میں کوئی نہیں۔ وہ کنیز میری ملکیت میں تھی میں نے اسے آخرت کے ثواب کی غرض سے آزاد کیا پھر رسول خدا صلی اللہ الیہ وسلم کی سنت واتباع کرتے ہوئے اس سے نکاح کیا۔اور اس کام میں میری اقتدا صرف رسول سے ہے کہ انھوں نے صفیہ بنت حی بن اخطب کو آزاد کیا اور پھر اس سے نکاح کیا اور آزاد کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو رضی اللہ عنہ اور پھر زینب بنت جحش سے ان کا نکاح کیا جو ان کے عمہ کی لڑکی تھی۔اور زینب کی والدہ میمنہ بنت عبدالمطلب ہے

اور جو بھی ان کی طرف مایل ہوگا اور رسول خدا کی پیروی کرے گا اس پر کوئی عیب نہیں۔

روایت کرتے ہیں کہ آل حسن اور آل حسین کے درمیان کچھ بحث چھڑ گئی۔ جعفر بن الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہ حسینا کی جانب سے تھے اور زید بن زین العابدین بن حسین حسیناں رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔اور یہ سب ابراہیم بن ہشام والی مدینہ کے سامنے ہو رہا تھا۔اسی درمیان جعفر نے وفات پائی۔پس عبداللہ بن الحسن بن الحسن رضی اللہ عنہ نے والی کی مجلس میں زید سے کہا کہ کیا آپ اس کی توقع کرتے ہیں کہ آپ اس اوقاف کے والی ہوں گے جب کہ آپ ایک کنیز کے لڑکے ہیں۔زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیشک اسمٰعیل پیغمبر علیہ السلام کنیز کی اولاد تھے اور انھوں نے اس سے زیادہ ولایت پائی کہ جس میں نزاع ہے۔امام جواد علیہ السلام نے احادیث روایت کی ہیں ان اسناد کی رو سے جو انہیں اپنے والد سے حاصل تھیں اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب تک۔آپ نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا اور وصیت فرمائی اور کہا کہ جو شخص استخارہ کرتا ہے کبھی اسے نقصان نہیں ہوتا اور وہ جو کہ کام مشورے سے کرتا ہے کبھی نادم نہیں ہوتا۔اے علی رات میں سفر کرنے سے پرہیز کرو اس لیے کہ زمین رات میں پیچیدہ ہوتی ہے اور دن میں اس قدر پیچیدہ نہیں ہوتی۔ اے علی اگر کوئی کام کرو۔تو صبح کرو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے میری امت کو صبح کے وقت برکت عطا کی ہے۔اور آپ نے فرمایا کہ جس نے خدا سے عزوجل کے دین میں کسی کو برادر پالیا تو گویا اس نے بہشت میں گھر پالیا۔اور ابوجعفر ثانی محمد جواد کی اولاد میں دو لوگ ہیں۔علی ہادی بن محمد جواد اور موسی بن محمد جواد۔ان کی اولاد یں قم اور اس کے اطراف وجوانب میں موجود ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ذکر امام علی ہادی نقی علیہ السلام

اور ائمہ اہل بیت سے ابوالحسن علی ہادی بن محمد جواد رضی اللہ عنہم ہیں۔ان کا لقب نقی ہے۔ان کی والدہ ایک کنیز جن کا نام سمانہ ہے۔آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲۱۴ھ میں اور بعض کے مطابق ۲۱۳ رجب میں اور بعض کہتے ہیں کہ عرفہ کے دن اور ان کی جائے پیدائش مدینہ ہے اور ان کی وفات پیر کے دن جمادی العصر کے اواخر میں ۲۵۴ھ میں سر من رای میں ہوئی۔اور مدفون ہوئے اس سرائے میں جو سامرہ میں ہے شارع ابی احمد رشیدی میں۔اور جب متوکل علی اللہ جعفر بن المعتصم کے نزدیک ان کی شکایت زیادہ ہوگئی تو وہ انہیں مدینہ سے بغداد لے آیا اور پھر وہاں سے سر من رای بھیجا اور ان کی اقامت وہیں مقرر کی۔پس آپ رضی اللہ عنہ سر من رای آئے اور ۲۰ سال اور نو مہینہ تک وہاں اقامت اختیار کی اور المعتز باللہ کے عہد میں وفات پائی۔اور المعتز باللہ ابو عبداللہ زبیر بن متوکل ہے اور انھیں خلافت عطا کی گئی شنبہ کے دن ۸ محرم الحرام ۲۵۲ھ اور اس کی خلافت سے دست برداری ۳ سال چھ مہینہ اور ۲۲ دن کے بعد ہوئی۔اور عسکری عسکر سر من رای کی نسبت سے کہتے ہیں جو ایک شہر ہے۔جس کی بنیاد معتصم نے ڈالی اس وقت جب اس کے لشکر کی تعداد بڑھ گئی اور بغداد اس کے لیے تنگ پڑنے لگا اور ہاں کے لوگوں کا بغداد میں اقامت کرنا تکلیف دہ ہو گیا لہٰذا اس نے اس جگہ ایک شہر بسایا اور خود اپنے لشکر کے ساتھ وہاں منتقل ہوگیا اور بڑی بڑی عمارتیں وہاں تعمیر کرائیں اور سُر من رای اس کا نام رکھا۔اس جگہ کو سامرہ اور سامراہ بھی کہتے ہیں اور عسکر کے نام سے بھی جانتے ہیں۔لشکر معتصم کے وہاں وارد ہونے کے بنا پر اور یہ واقعہ ۲۲۱ھ میں پیش آیا۔اور معتصم باللہ ابو اسحاق بن رشید ہے۔اس کی ماں ماروہ کی کوفیہ کی پیدائش ہے۔جب ماموں کا انتقال ہوا ولیعہد کے دستور کے مطابق وہ خلیفہ ہوا۔اور ۸ سال ۲۸ دن خلیفہ رہا اور ۲۲۱ھ کے اواخر میں سر من رای میں

انتقال کیا۔اور اسے خلیفہ مشمن کے نام سے بھی جانتے ہیں کیونکہ وہ عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے آٹھواں خلیفہ تھا۔اور اُس کی پیدائش ۱۷۸ھ میں ہوئی اور خلافت کی مدت ۸ سال، ۸ مہینہ اور ۸ دن تھی۔اُس کی مشہور فتوحات بھی آٹھ تھیں۔اُس کے پاس آٹھ ہزار غلام تھے اور عمر ۴۸ سال تھی۔اہل بغداد اس کے غلاموں کی بے ادبی کی وجہ سے پریشان ہوگئے لہٰذا انھوں نے سر من رای نام کا شہر بسایا اور اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ منتقل ہوگئے۔ابوالفتح ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق سُر من رای سین کے ضمہ کے اور اس کے فتحہ کے ساتھ (سُر من یا سَر من) ایک مشہور شہر کا نام ہے عراق میں اور اس طرح نقل کیا ہے امام نواوی رحمۃ اللہ علیہ نے۔اور انساب میں کہا گیا ہے بیان کرتے کہ متوکل خلافت کے اولین دنوں میں بیمار ہوگیا۔اس نے نذر مانی کہ اگر میں ٹھیک ہوگیا تو دینار کثیر صدقہ کروں گا۔جب وہ صحت یاب ہوگیا تو ہادی علی بن محمد جواد رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کو بھیجا اور فتوی طلب کیا کہ کس قدر دینار صدقہ کرے تا کہ وہ اس کی نذر پوری ہو جائے۔آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ۸۳ دینار تا کہ یہ ادا ہو جائے۔لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا اور تعصب کرنے لگے۔اور متوکل سے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ان سے پوچھئے کہ یہ عدد انھوں نے کہاں سے لیا۔ہادی رضی اللہ عنہ نے قاصد کو متوکل کے پاس واپس بھیجا اور کہلوایا کہ میں نے یہ عدد وہاں سے لیا ہے جہاں کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین** الآیہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پیغمبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم کہ میں نے تمہیں نصرت بخشی مواطن کثیر اور حنین کے دن اور ہمیں اہل بیت نے یہ روایت کی ہے کہ مواطن وقایع، سرایا اور غزوات میں ۸۳ تھے اور حنین کے دن بھی ۸۳ مواطن تھے۔ان سے جتنا بھی زیادہ ادا کرے گا وہ کار خیر ہوگا اور سودمند بھی دنیا اور آخرت میں۔اور ہادی ابوالحسن علی بن جواد رضی اللہ عنہ متعبد فقیہ اور امام تھے۔لوگوں نے ان کے خلاف متوکل کے نزدیک بدگوئی کی اور کہا کہ انھوں ونے اپنے گھر میں اسلحہ چھپا کر رکھا ہے اور اسے اس وہم میں ڈالا کہ یا تو وہ خلافت کے طالب ہیں۔پھر متوکل نے کسی کو ان کے پاس بھیجا یہاں تک کہ وہ اچانک ان کے گھر میں داخل ہوا۔اس نے دیکھا کہ

آپ تنہا گھر میں ہیں بال سے بنے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے اور سر پر اونی کپڑا، قبلہ رو بیٹھے ہوئے اور کوئی فرش اپ کے اور زمین کے درمیان سوائے سنگ اور سنگریزے کے نہیں تھا اور قرآن کی آیات جس میں وعدو عید کا ذکر ہے پڑھ رہے ہیں۔ ان کو اس حال میں اٹھا کر متوکل کے پاس لے آئے۔ متوکل نے جب آپ کو دیکھا تو آپ کا احترام بجالایا اور اپنے پہلو میں جگہ دی اور کہا کہ آپ کچھ شعر پڑھیے تا کہ مجھے اچھا معلوم ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں شعر کم کہتا ہوں۔ اس نے کہا کہ آپکو کچھ شعر تو سنانے ہی ہوں گے۔ پھر آپ نے چند بیت پڑھے جو جابروں متکبروں کے احوال پر مشتمل تھے کہ ایسے لوگوں کو جنہوں نے پہاڑ کی بلندیوں پر موت کے خوف سے پناہ لے رکھی ہے نیچے لائیں۔ اور تمام ذلت وخواری کے ساتھ زیر زمین کر دیں۔ اور زمین سے یہ آواز آئے کہ وہ تخت وتاج کہاں گئے؟ وہ قیمتی لباس کہاں، وہ تر وتازہ چہرے جن کے سامنے پردہ ہوا کرتے تھے کہاں گئے۔ قبر سے وجاب آئے گا کہ وہ سب فنا ہو گئے اور برباد ہو گئے۔ ان چہروں کو کیڑوں نے کھالیا اور مٹی کے ڈھیر بن گئے۔ وہاں موجود سبھی لوگ خوفزدہ ہو گئے اور خیال کرنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اسی ساعت ان کے سروں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ متوکل رو پڑا اور کہا کہ اے ابوالحسن کیا آپ کے پاس کچھ روپے ہیں انھوں نے کہا کہ ہاں چار ہزار دینار۔ پس متوکل نے چار ہزار دینار کے عوض انہیں رہا کرنے کا حکم دیا اور انھیں معزز ومکرم ان کی منزل پر واپس بھیج دیا اور علی ہادی کی نسل میں ابو محمد حسن بن علی کہ جنہیں عسکری ثانی کہتے ہیں اور انکے بھائیوں میں ابوعبداللہ جعفر بن علی ہادی باقی رہے۔ لیکن ان کے بھائی ابوجعفر محمد بن علی ہادی نے حجاز کی جانب نہضت کا ارادہ کر لیا اور اپنے بھائی کے حیات میں ہی انھوں نے یہ سفر کیا تھا۔ جب ایک گاؤں کے نزدیک جو موصل سے ۷ فرلانگ آگے ہے پہنچے تو وہیں وہ وفات پائے ان کی قبر شریف بھی اس جگہ ہے بعد میں اس جگہ مسجد تعمیر ہوئی۔

ذکر امام حسن عسکری وامام محمد مہدی رضی اللہ عنہما

اور ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین میں ابو محمد حسن بن علی عسکری ہیں ان کی ماں ایک کنیز تھیں نام **سانہ**۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ۲۳۱ھ میں اور وفات ۶ ربیع الاول ۲۶۰ھ میں جمعہ کے دن ہوئی۔ اور بعض کے مطابق ۸ ربیع الاول اور بعض اس سنہ مذکورہ کی دیگر تاریخ بھی بتائی ہے۔ وفات سر من رای میں ہوئی اور دفن کیے گئے اپنے والد کے پہلو میں اس شہر میں اور ان کی اور ان کے والد کی اقامت اسی شہر میں تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ علی ہادی کا مزار قم میں ہے اور یہ قول صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ **قم میں فاطمہ بن موسی بن جعفر بن محمد کا مزار ہے اور رضا علی بن موسی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو بھی فاطمہ بنت موسی کے قبر کی زیارت کرے گا اسے جنت حاصل ہوگی**۔ اور امامیہ کے نزدیک حسن عسکری رضی اللہ عنہ ابوالقاسم محمد منتظر صاحب سرداب کے والد ہیں۔ حسن عسکری کے اپنے والد علی ہادی کی وفات کے بعد حیات کی مدت ۶ سال ہے۔ اور حسن عسکری نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ نہ ظاہر نہ باطن سوائے ابوالقاسم محمد منتظر کے جو امامیہ کے نزدیک قایم کے نام سے جانے جاتے ہیں اور منتظر رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۱۵ شعبان کی رات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ ان کی والدہ ام ولد ہیں کہ انہیں سب نرجس کہتے تھے اور آپ اپنے والد کی وفات کے وقت چھ سال یا پانچ سال کے تھے۔ امام یافعی نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن حسن عسکری کہ امامیہ انھیں حجت، قایم مہدی، مشظر اور صاحب الزمان کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ اور وہ ان کے نزدیک خاتم دوازدہ امام ہیں اور ان کا خیال ہے کہ وہ سُر من رای سرداب آئے اور آپ کی والدہ آپ کو آتے ہوئے دیکھ رہی تھیں لیکن پھر آپ کبھی اپنی والدہ کے پاس نہیں آسکے اور یہ ۲۶۵ھ میں ہوا۔ اور

بعض کا ماننا ہے کہ ۲۶۶ اور یہ قول صحیح تر ہے اور آپ ان کے گمان کے مطابق اب تک پنہاں ہیں۔ اور جب ابوعبداللہ جعفر بن ابی الحسن علی ہادی نے انکار کیا کہ ان کے بھائی ابومحمد حسن عسکری نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی اور دعوی کیا کہ ان کے بھائی حسن عسکری رضی اللہ عنہ نے امامت انھیں سونپی تھی تو انھیں اس دعوی میں کذاب (جھوٹا) قرار دیا گیا۔ اور آپ اس لقب سے معروف ہیں۔ اور ابن جعفر بن علی کے ایک فرزند تھے ۔علی بن جعفر اور ان کے تین لڑکے تھے۔ عبداللہ اور جعفر اور اسماعیل اور ان سے نسل باقی ہے اور ابومحمد حسن عسکری ان کے لڑکے محمد رضی اللہ عنہ خواص اور اہل ثقات کے نزدیک معلوم ومعروف ہیں۔ روایت کرتے ہیں کہ حکیمہ بن ابی جعفر محمد جواد رضی اللہ عنہ جو کہ ابومحمد حسن عسکری کی عمہ تھیں حسن عسکری کو بہت عزیز رکھتی تھیں اور دعا کیا کرتی تھیں اور گریہ وزاری کرتی تھیں کہ ان کے کوئی لڑکا ہوتا کہ انہیں دیکھ سکیں اور ابومحمد حسن عسکری نے ایک کنیز کو کررکھا تھا کہ جسے نرجس کہتے تھے۔ جب نصف شعبان کی رات تھی سنہ ۲۵۵ھ حکیمہ ابومحمد حسن عسکری کے پاس گئیں اور ان کے لیے دعا کی۔ حسن عسکری نے ان سے درخواست کی اے عمہ آج شب ہمارے پاس رہئے کہ ایک کام درپیش ہے۔ حکیمہ ان کی درخواست پر رات کو ان کے گھر رک گئیں۔ جب فجر کا وقت ہوا تو نرجس کو اضطراب کی کیفیت ہوئی۔ حکیمہ نرجس کے پاس آئیں انھوں نے ایک نوزاد بچہ دیکھا مختون اور مفروع یعنی ختنہ کیا ہوا اور غسل سے فارغ جو بچے کے لیے کرتے ہیں۔ وہ بچہ کو حسن عسکری کے پاس لے کر آئیں۔ انھوں نے اسے لیا اور اس کی پشت اور آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اپنی زبان کو اس کے منہ میں دیا اور اسکے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی اور کہا کہ اے عمہ اسے اس کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ پھر حکیمہ نے انہیں ان کی ماں کو سونپ دیا۔ حکیمہ کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں ابومحمد حسن عسکری کے پاس آئی۔ بچے کو ان کے پاس دیکھا زرد لباس میں اور اس میں ایسا نور اور ایسی عظمت میں نے دیکھی کہ میرا دل اس پر نثار ہو گیا۔ میں نے کہا سیدی آپ کو کچھ علم ہے اس نومولود کے متعلق کہ آپ مجھے اس کے متعلق کچھ بتائیں۔

آپ نے فرمایا کہ اے پھوپی یہ بچہ ہمارا منتظر ہے جس کی ہمیں بشارت دی گئی تھی۔ حکیمہ نے کہا کہ پھر میں زمین پر گر پڑی اور سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر میں ابومحمد حسن عسکری کے پاس آتی جاتی رہی۔ ایک دن میں ان کے پاس آئی تو اس بچہ کو نہیں دیکھا تو پوچھا کہ اے میرے مولا وہ ہمارا منتظر کہاں ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اسے اس کے حوالے کر دیا تھا جس کے حوالے موسی علیہ السلام کی والدہ نے موسی کو کر دیا تھا اور ابوالحسن رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے قایم کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ حکم ہے کہ اس کی ولادت سے پہلے اس کا نام نہ لیں۔ پس امامیہ شیعہ اس عقیدہ پر ہیں کہ ابوالقاسم محمد بن حسن عسکری رضی اللہ عنہ ان کے امام قایم ہیں۔ ان کی عمر ان کے والد کی وفات کے وقت ۵ سال تھی اور اسی عمر میں حق تعالیٰ نے انھیں حکمت اور فصل خطاب عطا فرمایا اور اہل عالم کے لیے انھیں ایک نشانی بنایا جیسا کہ یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو بچپن کے عالم میں کتاب عطا کی اور نبی بنایا اور انھیں لمبی عمر عطا فرمائی جیسا کہ خضر علیہ السلام کو عطا کی تھی۔ اور امامیہ شیعہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ قایم مہدی کا شہر سرمن رای ہے۔

اور امام جعفر صادق رضی اللہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے ان سے کتاب اللہ اور عترت کے بارے میں پوچھا کہ عترت کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم اور ائمہ مہدی تک۔ نہ یہ خدا کی کتاب سے جدا ہیں اور نہ خدا کی کتاب ان سے جدا ہو سکتی ہے اس وقت تک جب تک کہ رسول خدا اور ان کے حوض پر نہ پہونچ جائیں۔ اور سید العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہم اور سید الشہدا الحسین بن علی رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے بعد ۱۲ لوگ امام ہوں گے اور ان میں پہلے اے علی آپ ہیں اور سب سے آخر مہدی جس کے ہاتھوں حق سبحانہ تعالی مشارق اور مغارب زمین کو فتح نصیب فرمائے گا۔ اور ابی عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ان کے آباء امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اہل بیت میں ۱۲ افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ نے میری فہم اور حکمت عطا فرمائی ہے اور ان کو میری طبیعت پر پیدا فرمایا ہے پس افسوس ہے میرے بعد ان کے منکروں پر۔ اور وکیع رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی سند سے سید الشہداحسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ہم میں ۱۲ مہدی ہوئے جو حق پر قایم ہیں اور زندہ فرمائے گا خدا یتعالی زمین کو اس کی موت کے بعد اور اس کے ذریعہ دین حق کو تمام ادیان پر ظاہر فرمائے گا اگر چہ یہ بات مشرکوں کو ناپسند ہوگی۔ اور عبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہم میں ۱۲ مہدی ہیں اور ان میں سے چھ گذر چکے اور دوسرے چھ ابھی باقی ہیں۔ اس حدیث کو ابوجعفر محمد بن ولی بن حسین بن موسی بن بابویہ قمی نے اخراج کیا تھا۔ اور یہ بابویہ قمی شیعہ کے شیوخ میں سے تھا۔ بخاری نے اپنی کتاب میں کتاب طب میں اس سے استشہاد کیا ہے اور اس حدیث میں جس کا مضمون یہ ہے کہ چند چیزوں میں شفا ہے۔ حجامت کرانے، شہد کھانے، اور داغ کرانے میں۔ روایت کیا ہے اسے قمی نے لیث سے اور وہ مجاہد سے اور وہ ابن عباس سے۔ اس طرح بیان کیا ہے کتاب انساب میں امام ابوسعید عبدالکرمحمد السمعانی نے۔ اور یہی ابوجعفر قمی اس سند پر جو کہ جابر بن سمرۃ سے رکھتا ہے روایت کیا ہے ایسی حدیث جس کی مختلف جہتیں ہیں اور مختلف روایتیں ہیں اور اس کا مضمون یہ ہے کہ یہ امر تمام نہیں ہوگا جب تک میرے بعد بارہ خلیفہ نہ ہو جائیں۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو بخاری، مسلم ترمذی اور ابوداؤد نے اور علما کے نزدیک اس کی تاویلات بہت ہیں۔ اور یہ تھے جعفر قمی مذکور۔

اور رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کے خدا سے ملاقی ہوسکو اس حال میں کہ تم پر کوئی گناہ نہ ہو حسین کی زیارت کرو رضی اللہ عنہ۔ اگر تم حسین پر گریہ وزاری کروگے اور تمھارے آنسو تمھارے رخساروں پر جاری ہو خدائے تعالی تمھارے ہر گناہ کو معاف فرمادے گا اور اگر

چاہتے ہو کہ تجھے اس اس قدر ثواب حاصل ہو جتنا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہونے والے اہل بیت کو حاصل ہوا جن کی طرح اس روے زمیں پر کوئی نہیں پس تم جب بھی انہیں یاد کرو تو کہو یا **لیتنی کنت معھم فافوز فوزا عظیما** یعنی اے کاش کہ میں اس دن ان میں سے ہوتا تا کہ مجھے رستگاری عظیم ملتی اور بیشک چار ہزار فرشتے ان کی مدد کے لئے آسمان سے آئے اور انہیں اجازت نہیں ملی کہ ان کی مدد کریں پس یہ چار ہزار فرشتے ان کی قبر پر ہیں پریشان موی غبار آلودہ اس دن تک جب قایم رضی اللہ عنہ ظہور کریں گے۔ وہ ان کے ساتھ ہوں گے اور ان کی مدد کریں گے۔

اور امام رضا رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے سے سوال کیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی قبر کہاں ہے تو آپ نے فرمایا کہ پہلے انہیں ان کے گھر میں دفن کیا اور جب مسجد کی توسیع ہوئی تو ان کی قبر مسجد میں داخل ہوگئی۔ اور نیز رضا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو بھی میری زیارت کا ارداہ کرتا ہے اور بار سفر باندھتا ہے اللہ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جو بھی میری اس گنبد کے نیچے زیارت کرتا ہے گویا اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ اور اللہ تعالی اس کے حق میں ہزار حج مبرور کا ثواب عطا کرتا ہے اور ہزار عمرہ مقبول اور میں اور میرے آباء واجداد قیامت کے دن اس کے شفیع ہوں گے۔ اور یہ بقعہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے اور فرشتے کے آمد و رفت کی جگہ ہے اور جہاں ہمیشہ فرشتوں کی فوج آسمان سے نازل ہوتی ہے اور دوسری فوج آسمان کی طرف صعود کرتی ہے اس وقت تک جب کہ نفخ صور ہوگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ عنقریب میرے جسم کا ٹکڑا اسی خراسان میں دفن کیا جائے گا اور اس کی زیارت نہیں کرے گا کوئی اندوہگین اور غم کا مارا ہوا مگر وہ جس کو خدائے تعالی کشادگی عطا فرمائے اور نہ کوئی گنہگار مگر وہ جس کے گناہ بخش دیئے گئے ہوں اور

اس طرح کی بہت سی حدیثیں اور اقوال اہل بیت کی زیارت کے تعلق سے ملتے ہیں اور امام رضا کی تربت وہ تربت ہے کہ جہاں مخلوق شفا طلب کرتے ہیں اور شفا حاصل کرتے ہیں اور خوارزم کے بعض امرا سے نقل کرتے ہیں کہ وہ برص کے مرض میں گرفتار تھے۔ پس آئے ان کے روضہ پر اور دعا کی حق سبحانہ تعالی نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اسے شفا بخشا۔ اس نے اس جگہ عمارت تعمیر کرائی کہ جس میں تقریباً دس ہزار دینار خرچ ہوئے۔

اور آپ رضی اللہ عنہ کے مرثیہ میں کہتے ہیں کہ:

قبر بطوس به اقام امام/حتم اليه زيارة و لمام/قبر سنا انواره بحلو العمى/ وبتربته قد يرفع الاسقام/قبر اذا حل الوفود بربعه/رحلوا و حطت عنهم الآثام/...موجوده اعيانها/ ان عن عيوب غيبت اجسام

اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نزدیکترین حالت جب بندہ خدا عزاسمہ کے غضب کے نزدیک ہوتا ہے وہ وقت ہے جب وہ غصہ کرتا ہے اور یہ بھی امام زین العابدین کا قول ہے العافیه ملک خفی اور یہ بھی کہ قنوطک اعظم من ذنبک یعنی خدا کی ذات سے تیری ناامیدی تیرے گناہ سے بڑھ کر ہے۔ اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خداوند سبحانہ فرماتا ہے کہ جب میرا کوئی بندہ میری نافرمانی کرتا ہے اور وہ بندہ مجھے پہچانتا ہے تو مخلوق میں سے کسی ایک بندہ کو جو مجھے نہیں جانتا اس پر مسلط کردو۔ اور آپ کے کلام میں سے یہ بھی ہے کہ اے اہل عراق مجھے دوست رکھو اسلام کی دوستی کی بنا پر اور بیشک میری دوستی حاصل نہیں کی جاسکتی مگر پرہیزگاری کے ذریعہ۔

حضرت سلطان الہند
غریب نواز خواجۂ اعظم سید معین الدین حسن سنجریؒ چشتی

(اس مناجات میں خواجہ اجمیریؒ نے ائمہ اثنا عشر سے توسل کیا ہے)

مناجات

یا رب بہ حق سید کونین مصطفےٰ
آں شافع معاصی و آں منبع عطا

یا رب سید کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جو گناہ گاروں کی شفاعت کرنے والے اور عطا کا سرچشمہ ہیں۔

یا رب بہ حق شاہ نجف آنکہ آمدہ
درشان او تبارک ویٰسین و ھل اتیٰ

یارب شاہ نجف کے طفیل سے جن کی شان میں سورۂ تبارک ویٰسین وھل آتی نازل ہوئی ہے۔

یا رب بہ سوز سینہ و فغان فاطمہ
یا رب بہ آہ و نالۂ آں سرورالنساء

یا رب! حضرت فاطمہ کے ماتم وگریہ زاری کا واسطہ، یا رب سیدۃ النساء فاطمہ کے آہ ونالہ کا واسطہ۔

یا رب بہ حرمتِ دلِ صد پارۂ حسن
آں بادشاہِ جملۂ آفاق مجتبیٰ

یا رب حضرت امام حسن کے دل صد پارہ کی حرمت کا واسطہ جو تمام آفاق کے بادشاہ ہیں۔

یا رب بہ حرمت جگر تشنۂ حسین
یارب بہ حقِ خونِ شہیدان کربلا

یارب امام حسینؑ کی تشنگیٔ جگر کی حرمت کا واسطہ یا رب جملہ شہدائے کربلا کے خون کا واسطہ۔

یا رب بہ حقِ عابد و باقر امام دیں
یا رب بہ حقِ جعفر و ہم موسیٰ رضا

یا رب حضرت امام زین العابن اور امام محمد باقر کا واسطہ یا رب امام جعفر صادق و امام موسیٰ کاظم و علی رضا کا واسطہ۔

یا رب بہ حرمت تقی و عزت نقی
یا رب بہ حقِ عسکری آں شاہ پیشوا

یا رب حضرت امام محمد تقی اور امام علی نقی کی عزت کا واسطہ، یا رب سردار پیشوایان امام حسن عسکری کا واسطہ۔

یا رب بہ حق مہدیٔ ہادی کہ ذات او
مانند مصطفےٰ است مولا و مرتضےٰ

یا رب اس ہادیٔ برحق امام مہدی کا واسطہ جن کی ذات مثل حضرت محمد مصطفیٰ[م] سب کے مولا اور صاحب ارتضا ہے۔

یا رب بہ حق جملہ رسولان خویشتن
یا رب برحق جملۂ ارواح اولیاء

یا رب تیرے تمام رسولوں کا واسطہ، یا رب تیرے جملہ اولیاء کی ارواح کا واسطہ۔

یارب بہ عشق پاک بہ معشوق بے نیاز
یا رب بہ آہ و نالۂ عشاق بے نوا

یا رب! بے نیاز معشوق سے پاک محبت کا واسطہ، یا رب بے سروسامان عاشقوں کی آہ وزاری کا واسطہ۔

دارد معینؔ امید درآں دم ز لطف خود
بخشی ورا بہ شاہ شہیدان کربلا

یا رب! معین تیرے لطف وکرم کا امیدوار ہے، عرصۂ محشر میں شاہ شہیدان کربلا کے صدقہ میں بخش دے۔